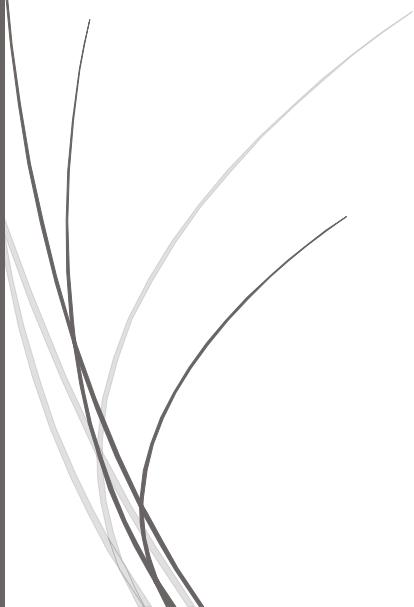


راه فرار

مرتبه از سعدیه عارف



فہرست مضمائیں

صفحات	تحاریر	مصنفین
2	ادراک الخطاء	سعدیہ عارف
15	گزرتے لمحوں کے نام	زہرہ فاطمہ
34	ادھوری دعا	عفیرہ محمد
43	سوزیقیں	آمنہ و سیم
55	کامیاب رشته	رحاب طاہر خان
57	مقصد آزادی	فرحیں ابراہیم
60	لَا تقططُو مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ	کوثر خان
68	نور عرش	عندیشاۃ بتول
96	ہم صورت گر کچھ خوابوں کے	سیدہ ماریہ شجاعت
108	دیوانہ	حورا لعین
129	تعییر حلم	آمنہ و سیم
137	ہمدرد	عفیرہ محمد

ادرائک الخطاء

"ای جلدی ناشستہ بنادیں میں لیٹ ہو رہا ہوں۔" بلاں نے اٹھتے ہی اپنی والدہ سے کہا تھا، جبکہ خود فریش ہونے چلا گیا تھا۔

"بنارہی ہوں بیٹا بس دو منٹ میں بن گیا، تم منہ ہاتھ دھو کر آؤ۔"

بلاں یونیورسٹی لوکل بس کے ذریعے جاتا تھا اور لوکل بس کے آنے میں بس پندرہ منٹ بچے تھے جبکہ ابھی اسے بس اسٹاپ پر بھی بچپنا تھا جو گھر سے پانچ منٹ کے فاصلے پر تھا۔

"لتئی بار کہا ہے میں چھوڑ آیا کروں مگر نہیں مجال ہے برخوردار کو بائیک پر شرم آتی ہے۔" اخبار کو اپنے سامنے پھیلاتے ہوئے بلاں کے والد نے کہا۔ صحن کی تازہ ہوا لینے والے صحن میں ہی بیٹھے تھے۔

دو چھوٹے کمروں کے آگے برآمدہ اور برآمدے سے آگے چھوٹا سا صحن، صحن کے ایک طرف کچن تو دوسرا جانب باٹھر و مبناتھا جبکہ حپت سرے سے ہی غائب۔ گر میوں میں سب صحن میں ہی چارپائی بچھا کر سوتے تھے۔ جبکہ سٹینڈ فین گھوم کر سب کو مشترکہ ہوادیانہ بھولتا تھا۔

"بائیک سے شرم نہیں آتی لیکن آپ کے پیچھے بیٹھ کر جانے سے آتی ہے۔ جوان بچہ ہے اور بابا پ کے ساتھ آ رہا ہے لوگ کیا کہیں گے۔ اور پھر آج کل کے بچے تو اپنی بائیک پر آتے ہیں۔" دو پٹے سے پیسہ پوچھتے بلاں کی اماں کچن سے نکلی اور صحن میں اسلام (بلاں کے والد) کے پاس بیٹھتے ہوئے ان سے مخاطب ہوئی۔

"ہونہہ۔۔۔ شرم آتی ہے۔ اب اسے بائیک دے دوں تو خود کام پر کیسے جاؤں؟ ان بوڑھی ہڈیوں میں اب اتنی جان نہیں کہ تین چار میل پیدل چل کر جاسکوں۔" اخبار کا صفحہ پلٹتے ہوئے اسلام صاحب نے جواب دیا

"ولادیں ناں بلال کو بھی ایک بائیک۔" اسلم صاحب نے چشمہ نیچے کرتے ہوئے کوثری بی کو دیکھا جیسے لقین کرنا چاہر ہے ہوں کہ یہ بات کوثر نے ہی کی ہے۔

"وہ جو دو تولہ سونا بیگم آپ نے ابھی تک سنبھال کر رکھا ہے اسے تیکیں اور اپنے پیارے کو بائیک دلادیں، اس میں کیا مشکل ہے۔" اسلم صاحب نے طنزیہ کہا۔

"وہ میں نے اپنی بچی کے لیے سنبھال کر رکھے ہیں ان کا ذکر بھی نہ کریے گا آپ۔" کوثری بی جذباتی ہوئی۔ "ابو جی مجھے کانچ چھوڑ آئیں۔" بلال کی چھوٹی بہن تیار ہو کر آئی تو اسلم صاحب نے اپنا زدیک کا چشمہ اتارا اور اخبار کو فولڈ کیا۔

"بیگم یہ اندر رکھ دو اور میرے آنے سے پہلے میرے لیے بھی ناشستہ بنادو۔ دکان کی چاہیاں آج میرے پاس ہیں اس لیے آج مجھے جلدی جانا ہو گا۔" یہ کہہ کروہ اپنی پرانی بائیک گھر کے دروازے سے باہر نکالنے لگے۔ "پانی کی بوتل لیتی جاؤ بیٹی۔" کوثری بی کچن کی طرف گئی تھی۔ اتنے میں بلال (جو برآمدے میں کھڑا تو لیے سے اپنا منہ پوچھ رہا تھا) صحن میں آگیا۔ اس نے تو لیے اپنی چھوٹی بہن کی طرف اچھالا۔

"امی یہ دیکھیں بھائی کو، گند اتویہ پھینک رہے ہیں۔"

"کیا گند اتویہ ہاں؟ چپ چاپ کانچ جاؤ۔"

"لگاؤں ابا کو شکایت؟" چھوٹی بہن نے چھوٹا ہونے کا فرض نبھاتے ہوئے بڑے بھائی کو دھمکی دی۔

"بڑی آئی ابایکی چھجی۔"

"اوہ ہوں کیا لڑتے رہتے ہو ہر وقت، یہ تم پانی کی بوتل پکڑو اور جاؤ اور بلال تم ناشستہ کرو چپ کر کے۔" کوثر بیگم نے دونوں بہن بھائی کو خفیف سا ڈانٹ دیا تھا۔

"اماں کا چیخ۔۔۔" دروازے سے باہر نکلتے ہوئے عذر اپنابدلہ لینا نہیں بھولی تھی۔ لفظ چیخ کو اس نے جان بوجھ کر کھینچ کر ادا کیا تھا۔

"اماں دیکھ رہی ہیں آپ، یہ میں بس ابا کے سامنے ہی شیرنی بنتی ہے۔"

"چھوڑنا تو مجھی کیا چھوٹی بہن سے لگا رہتا ہے۔"

"چھوٹی نہیں ہے یہ بس ہمدردیاں بھورنے کے لیے چھوٹی بن جاتی ہے۔" نوالہ منہ میں ڈالتے ہوئے اس نے مصنوعی ناراضگی ظاہر کی۔

"اچھاناس تو روٹی کھائیں لسی بن اکرلاتی ہوں۔"

"نہیں اماں بس اب میں لیٹ ہو رہا ہوں۔" ایک دونوں تیزی سے منہ میں ڈالتے ہوئے اٹھا اور بس استاپ کی جانب بھاگا گا مبارہ کہیں بس ہی نہ چھوٹ جائے۔

☆☆☆☆☆

"اوٹے بلاں آگیا تو۔" بلاں کو کلاس کی جانب بڑھتے دیکھ کر اس کے دوست نے آواز دی۔

"یار آج لیٹ ہو گیا دس منٹ، تو باہر کیا کر رہا ہے؟"

"سر جی آج لاوا اگل رہے ہیں میں دو منٹ لیٹ پہنچا تو عزت افزائی کر کے کلاس سے باہر نکال دیا۔" بلاں کو خطے کی گھنٹی بجتی ہوئی محسوس ہوئی۔

"چل آ جا کیفے چلتے ہیں، عزت افزائی آج بھی ہونی ہے اور لیکھرنہ لینے پر کل بھی، فائدہ تو اٹھاؤ پھر۔" دونوں کیفے کی طرف چل دیے۔

"دو چائے کرنا۔" چائے کا آرڈر دے کر وہ دونوں گپ شپ کرنے لگے۔

"یار بلاں پر سو قوای ناہٹ ہے یونیورسٹی میں، اپنی کلاس ڈیساکٹ کر رہی تھی کہ سب ایک ہی تھیم رکھیں، ایک جیسی شرٹس، تو کیا کہتا ہے؟"

"یار میرا آناشاید مشکل ہو۔" بلاں نے ٹالنے کی کوشش کی۔

"آن تو لازمی پڑے گا میں اس بار کوئی بہانہ نہیں سنوں گا۔ پچھلی بار بھی تم نہیں آئے تھے۔" چائے میز پر آگئی تھی۔

دونوں نے نکال کر اپنا اپنابل ادا کیا۔

"اچھا کچھ سوچتا ہوں۔" بلاں نے مجبوراً کہا۔

چائے کی چسکیاں لیتے ہوئے وہ گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

☆☆☆☆☆

"آگئی میرا بچ، دیکھ پسینے سے بھیگ رہا ہے، تو بیٹھ میں تیرے لیے ٹھنڈا شربت بن کر لاتی ہوں۔" بلاں یونیورسٹی سے واپس آیا تو پسینے سے شر ابور تھا۔

"نہیں اماں شربت وغیرہ چھوڑ، ادھر میرے پاس بیٹھ۔"

"ہاں بیٹھا سب خیریت تو ہے ناں؟" بلاں کی والدہ کو تشویش ہوئی۔

"ہاں اماں سب خیریت ہے پر مجھے تھوڑے پیسے چاہیے تھے۔" وہ پلتی مار کر بیٹھا۔

"کتنے پیسے اور کیا کرنے ہیں تو نے؟"

"اماں ہماری یونیورسٹی میں قوائی کا پروگرام ہے اس کے لیے کلاس کے سب بچے ایک جیسے کپڑے بنارہے ہیں، میرے پاس کچھ پیسے ہیں بس یہی کوئی دوہنڑا اور چاہیے۔" بلاں کی والدہ نے کچھ کہنا چاہا مگر بیٹھ کی آنکھوں میں امید کی چمک دیکھ کر ارادہ بدل دیا۔

"اچھا تیرے ابا نے تیری فیس کے لیے جو پیسے جمع کر رکھے ہیں اس میں سے لے لینا۔" بلاں نے اپنی والدہ کے گرد بازوؤں کا حصار باندھا۔ "میری سب سے اچھی اماں۔" وہ مسکرادیں۔

بلاں شام کا انتظار کرنے لگا کہ کب ابا آئیں اور وہ بازار کی جانب بھاگے۔ نگاہیں دروازے پر ہی جمی تھیں۔

☆☆☆☆☆

"عذر اتار سے کپڑے اتاروا اور اندر رکھ کے آئے، اور کمرے کا بلب بھی جلا آؤ شام ہونے والی ہے۔"

"السلام علیکم!" بلاں کے والد نے گھر میں قدم رکھتے ہی سلام کیا۔

"و علیکم السلام! عذر اپنے البا کے لیے پانی لے کر آؤ۔"

"اچھا آئی اماں!" کپڑے اندر کمرے میں رکھ کر عذر اپن کی طرف آئی تھی۔

بلاں جو نیند کا غلبہ آجائے کی وجہ سے صحن میں ہی چار پائی پر سو گیا تھا ابا کی آواز سن کر آنکھیں ملتے ہوئے فوراً اٹھا۔

"اماں! اس نے اپنی ماں کی طرف دیکھ کر اشارہ کیا جس پر وہ ہنس دیں۔ (پاگل نہ ہوتے۔)

"کیا ہو ایہ ماں بیٹے میں کیا اشارے بازی چل رہی ہے؟" بلاں کے والد نے عذر کے ہاتھوں سے پانی کا گلاں پکڑتے ہوئے کہا۔

انہوں نے اپنی بیوی کی ساری بات سنتے کے بعد خاموشی اختیار کی۔

"مجھے بازار کی طرف ہی ایک کام ہے، چلو اچھا ہے ساتھ ہی تمہارا کام بھی ہو جائے گا۔"

"مگر ابا میں اکیلا۔۔۔" "ابو مجھے بھی شوز چاہیے میرے پرانے شوز بالکل خراب ہو گئے ہیں۔" بلاں کی بات کاٹتے ہوئے عذر انے اپنی فرمائش رکھ دی۔

"اپنے شوز کا سائز دے دو میں لیتا آؤں گا۔"

"مگر ابا۔" "شکر یہ ابو!" بلاں کی بات پھر سے کاٹتے ہوئے عذر انے شکر یہ ادا کیا جس پر بلاں بس اسے گھوڑ کر رہ گیا تھا۔

بلاں منہ لٹکائے والد کے پیچھے چل پڑا۔ خیر خوشی تو اس بات کی ہے کہ اس سال وہ بھی قوالی نائب انجوائے کرے گا۔ اب ڈر لیں کی وجہ سے اسے بہانہ نہیں بنانا پڑے گا۔

بلاں اور اس کے والد کے جاتے ہی عذر اپنی والدہ کے آگے پیچپے گھونٹنے لگی۔

"اماں! اپنی والدہ کو کچن میں جاتا دیکھ کروہ بھی اپنی ماں کے پیچھے پیچھے کچن میں آئی تھی۔

"کولر میں برف ڈال کے آندرا، تیرے ابا اور بھائی کے آنے تک روٹیاں بنالوں پھر ایک ساتھ مل کے کھائیں گے، تب تک پانی ٹھنڈا ہو جائے گا۔"

"اماں سنوناں ایک بات کرنی ہے۔"

"اب کوئی نبی فرمائش نہ کر دینا۔"

"اماں میری دوستیں میری سالگردہ پر گھر آنا چاہ رہی تھیں تو۔" اس نے ڈرتے ہوئے اپنی ماں کی طرف دیکھا۔ "پھر بلا لو بیٹا، مہمانوں کا گھر میں آناباعتِ نعمت ہے۔" توے پر رومی ڈالتے ہوئے انہوں نے کہا۔

"نہیں اماں وہ میں چاہ رہی تھی کہ ساتھ والی خالہ بشیر اس سے کہہ کہ ایک گھنٹے کے لیے اپنی بیٹھک میں بیٹھنے دیں۔ اب اس گھر میں دوستوں کو بلا یا تو میرا مذاق بننے گا۔" اس نے رسانیت سے کہا۔

"کیسا مذاق بیٹی؟ اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے اپنا گھر تو دیا ہے۔ کتنے ہی بے چارے لوگ کراچے کے مکانوں میں دھکے کھاتے پھرتے ہیں۔"

"اماں ایک مرتبہ بات کرنے میں کیا حرج ہے؟ پیزیر میرے لیے۔"

"میں کسی سے کوئی بات نہیں کر رہی بلانا ہے تو اسی گھر میں بلا و۔ تمہارے ابا نے تمہیں مہنگے کالج ایڈیشن دلوادیا اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم خود کو امیر سمجھنا شروع کر دو۔ جو ہے وہی اپنی دوستوں کو دکھاؤ ورنہ دکھاؤ اکرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔" عذر کو اچھی خاصی ڈانٹ پڑ گئی تھی جس پر وہ منہ بناؤ کمرے میں چل گئی۔

اب مزید بحث میں پڑنا بے کار تھا۔ وہ اصل وجہ اپنی ماں کو بتا کر ان کا دل نہیں دکھانا چاہتی تھی۔ گھر سے اسے کوئی مسئلہ نہ تھا۔ مسئلہ اسے اپنے والدین اور ان کی سادگی سے تھا۔ اس نے اپنی دوستوں کے فون میں ان کی والدہ اور والد کی کافی تصویریں دیکھ رکھی تھیں۔ اس کی دوستوں کے والدین بھی ان ہی کی طرح خوبصورت اور

چہرے پر لال رنگ سجائے دلکش نقوش کے مالک تھے جسے دیکھ کر عذر انے بھی اپنے والدین کی خوبصورتی کے قصے اپنی دوستوں میں مشہور کیے ہوئے تھے۔

گھر آنے والی بات پر جب ایک دوست نے کہا کہ چلو اچھا ہے آنٹی انکل سے بھی ملاقات ہو جائے گی تو عذر کے چہرے پر پریشانی کے آثار نمودار ہو گئے۔

والد جن کا رنگ دھوپ میں کام کرنے کے باعث تقریباً جلسہ گیا تھا اور اماں جس کا دوپٹہ بھی بعض اوقات پھٹا ہوتا۔

کہاں اس کی دوستوں کی مائیں ہر وقت اے سی میں رہنے والی، مہنگی کر کیجیں اور لوشن استعمال کرنے والی اور کہاں اس کی سیدھی سادھی سی اماں۔۔۔

اس نے سوچ لیا کہ کسی طرح بہانہ کر کے وہ سب کو ٹال دے گی۔ اس کے علاوہ اور کوئی راستہ بھی تو نہ تھا۔

☆☆☆☆☆

"السلام علیکم! بلاں تو یہاں کیسے اور یہ انکل؟" بلاں کا دوست اسے بازار میں ہی مل گیا تھا۔

"میں۔۔۔ وہ۔۔۔ یہاں ڈر لینے آیا تھا تو کیسے آیا؟"

"میرے ایک دوست کی شاپ ہے آگے ہی، ایک کام سے اسی سے ملنے آیا تھا۔ اور انکل جی السلام علیکم! کیسے ہیں آپ؟ آپ غالباً بلاں کے والد ہیں۔"

"وعلیکم السلام بیٹا۔۔۔"

"یہ میرے چچا ہیں۔" ان کے بولنے سے پہلے بلاں نے مداخلت کی۔

"چچا؟" بلاں کے والد نے تصحیح چاہی۔

"بھی چچا اب چلیں ہمیں شاپنگ بھی کرنی ہے دیر ہو رہی ہے۔ اچھا فاخر تجھ سے یونیورسٹی میں ملاقات ہوتی ہے پھر۔" بلاں نے وہاں سے بھاگنے کی کوشش کی۔

"چل ٹھیک ہے پھر کل ملتے ہیں۔" فاخر نے ٹھہر کر ایک نظر بالا کو دیکھا جسے نجانے کس بات کی اتنی جلدی تھی۔

بالا شانگ کرنے میں مصروف تھا جبکہ اس کے والد اپنی ہی سوچوں میں گم۔۔۔
"چلیں ابا۔" اس کے والد نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

"دوست کے سامنے چھا اور اب ابا۔ یہ اتنی منافقت کب سے سیکھ لی تم نے بالا؟" انہیں واقعی جانے میں تجسس تھا۔

"ابا یہ میلے کپڑے اور بڑھی ہوئی داڑھی کے ساتھ آپ کو ملوتا تو میر اذاق بن جاتا۔" وہ رسانیت سے کہہ گیا۔ بازار سے گھر تک کاسفر بہت طویل خاموشی سے طے ہوا۔ دونوں نے ایک دوسرے کو ہمکلام کرنا مناسب نہ سمجھا۔

اب بالا اپنے بوڑھے باپ کو کیا سمجھاتا کہ وہ نوجوان، خوبصورت دکھائی دینے والا لڑکا پنے کمزور بوڑھے باپ کو میلے کچلی کپڑوں میں کسی سے متعارف کرو اکر اپنی شان میں گستاخی کیسے کرتا؟
"ابو میرے شوژ لائے آپ؟" غدرانے چکتے ہوئے پوچھا۔

"اڑے اپنے باپ کو سانس تو لینے دے، جا۔۔۔ جا کے پہلے اپنے بھائی اور ابو کو پانی پلا۔" غدر اکی والدہ بالا کی طرف آئی اور اس کا ڈر لیں دیکھنے لگی۔

غدرانے دونوں کو پانی پلانے کے بعد پھر سے اپنے شوژ کے متعلق پوچھا۔

اس کے والد جو چار پائی پر بیٹھتے ہوئے اپنے جوتے اتار رہے تھے اس کے دوسری بار بلانے پر متوجہ ہوئے۔
"نہیں بیٹا، میں بھول گیا تھا۔ ایسا کرنا نکل کا لج سے واپسی پر خود ہی ساتھ چل کر لے آنا۔" وہ جو سن کر روہانی ہوئی تھی پھر خود ہی سوچ کر خاموش ہو گئی کہ کل لے آؤں گی۔

"میں کھانا لگاتی ہوں سب ہاتھ منہ دھولو۔"

"مجھے بھوک نہیں ہے۔" عذر کے والد نے کہا اور آنکھوں پر بازور کھل کر لیٹ گئے۔

"خیریت تو ہے؟" کوثری بی نے پوچھا مگر اسلام صاحب نے کوئی جواب نہ دیا جیسے گھری نیند میں چلے گئے ہوں۔

"تھک گئے ہوں گے۔" بلال نے اپنے لیے کھانا نکالتے ہوئے کہا۔

صحن میں ہی ایک چارپائی پر بلال کے والد سونے تھے جبکہ باقی افراد کھانا کھانے میں مگن تھے۔

☆☆☆☆☆

رات ہر سو پھیل گئی تھی۔ چاند کی چاندنی بھی عروج پڑتی تھی۔ سب گھری نیند میں تھے اس بات سے بے خبر کہ اسلام صاحب جو گھری نیند میں جانے کا ڈرامہ کر رہے تھے وہ ٹھیک سے سو بھی پائے یا نہیں۔ اسلام صاحب کھانتے ہوئے اٹھے اور کولر کے اوپر پڑا گلاس پکڑتا کہ پانی پی سکیں مگر چکر اجائے کے باعث ان کے ہاتھ سے گلاس ٹکرا کر نیچے جا گرا اور ماحول میں ارتعاش پیدا ہوا۔

عذر کی آنکھ کھلی وہ اٹھنے ہی لگی تھی کہ اس کی والدہ نے فوراً اٹھ کر انہیں پکڑا اور چارپائی پر بٹھایا۔ وہ واپس لیٹ گئی۔

"آپ کی طبیعت مجھے ٹھیک نہیں لگ رہی۔۔۔ کیا ہوا ہے؟"

"کچھ نہیں بس ٹھیک ہوں۔" ان کی آنکھیں نہ سونے کی وجہ سے سرخ ہو رہی تھیں۔

"آپ نے کھانا بھی نہیں کھایا، کھانالے کر آؤں؟" کوثری بی کے پوچھنے پر بھی وہ خاموش رہے۔

بار بار استفسار کرنے پر انہوں نے ساری بات کھوکر کوثری بی کو پیش کر دی۔

"کوثر اس اولاد کے لیے میں نے اپنی ساری زندگی، اپنی جوانی روک ڈالی۔ بلال کو مہنگی یونیورسٹی میں تعلیم دلوانے

کے لیے خون پسینہ ایک کردیا کہ کہیں میرا بیٹا دسرے بچوں کے سامنے شر مند ہو اور آج وہی بیٹا پنے باپ

کا تعارف کرواتے ہوئے شر مندگی محسوس کرتا ہے۔"

کوثری بی کو ان کے لجھے میں کرب و اذیت صاف محسوس ہو رہی تھی۔

اولاد جیسی بھی ہو اسے قابل فخر بنانے کے لیے والدین دن رات ایک کر دیتے ہیں مگر وہی اولاد اپنے ماں باپ کو کسی سے متعارف کرواتے ہوئے اتنی جھچک اور شرمندگی کیوں محسوس کرتی ہے؟
کیوں اولاد کے لیے والدین قابل فخر نہیں؟

"کسی کو والدین دکھانے میں شرم محسوس ہوتی ہے تو کسی کو گھردکھانے میں۔۔۔" کوثری بی کی بات کا مطلب
عذر اپنے سے سمجھ گئی تھی۔ گھر والا شارہ اسی کی طرف تھا۔
وہ آج اپنے والدین کو پہلی مرتبہ اتنی اذیت میں دیکھ رہی تھی۔ اسے اندازہ ہوا کہ اس کی باتوں کی وجہ سے اس
کی ماں کے دل پہ کیا گزری ہو گی۔

کوثری بی نے اپنے شوہر کو دلا سہ دیتے ہوئے انہیں پانی پلایا اور ان کے لیے کھانا لینے کچن کی طرف گئی۔ صحن کی
لات آن کرنے پر عذر انے فوراً گروٹ بدی کہ اس کا چہرہ روشنی میں عیاں نہ ہو۔ اس کے آنسو متواتر بہرہ رہے
تھے۔ وہ بھی تو اپنے بھائی سے مختلف نہ تھی۔ اس کے خیالات بھی ملتے جلتے ہی تھے۔
اسے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا کیونکہ اس نے اپنی غلطی کو جان لیا تھا۔

ادراک الخطاء (غلطی کو جان لینا) پھر اس غلطی کے احساس ہونے پر پکھتنا ہر کسی کو نصیب نہیں ہوتا۔ اور جو
ادراک الخطاء کے بعد اپنی غلطی سدھار لے، وہ سمجھے کہ رب اس پر مہربانی کر رہا ہے۔
عذر انے آج اپنی غلطی جان لی تھی اور اس پر پیشیاں تھی۔ اب اس کو سدھارنے کا وقت تھا۔
ان سب سے دور بلاں گھری نیند میں خواب خرگوش کے مزے لے رہا تھا۔

☆☆☆☆☆

"عذر آ جاؤ تمہارے ابوکب سے بلارہے ہیں۔"
"بس آئی امی جان۔" دوپٹہ سیٹ کرتے وہ کمرے سے صحن کی جانب آئی۔

"امی سنیں آج شام میری سہیلیاں آرہی ہیں، دو پھر میں آکر میں صفائی کر لوں گی، آپ بس اپنے ہاتھ کے لذیذ کھانے بنادینا۔"

"اس گھر میں؟" انہوں نے حیرت سے کہا گویا کہ تصدیق چاہتی ہوں۔
"ہاں جی امی۔۔۔ وہ کل میں مذاق کر رہی تھی آپ سیر یہی لے گئیں۔" ماں کے گرد باہوں سے حصار باندھتے ہوئے عذر انے کہا۔
کوثری بی مسکرا دیں۔

"اچھا میں چلتی ہوں اب اور ہاں اماں آپ دال ماش بہت مزے کی بناتی ہیں وہ لازمی بنانا میری ایک دوست کو بہت لپند ہے۔"

"اچھا اچھا اب جاؤ دیر ہو رہی ہے۔" انہیں دلی خوشی محسوس ہوئی۔ کم از کم ان کی بیٹی ان کے بیٹے جیسی نہیں۔ بلاں کوتیار ہوتا دیکھ کر وہ رخ موڑ گئیں۔

بلاں تیار ہو کر آیا تو اس کی والدہ نے چپ چاپ ناشستہ اس کے سامنے رکھ دیا اور بنا کچھ کہے اندر چل گئی۔ ماں کے رویے کا بدلا وہ محسوس کر رہا تھا اور شاید وجہ بھی جانتا تھا۔
ناشستہ کرنے کے بعد وہ یونیورسٹی پہنچا اور ساری کلاسیں اٹھینڈ کیں۔ اس نے نوٹ کیا کہ آج فاخر کہیں نظر نہیں آیا۔

چھٹی کے وقت وہ کلاس سے نکلنے لگا تو فاخر سے نکل رکھا گیا۔

"اوہ یار میں سمجھ رہا تھا تو آج چھٹی پر ہے۔"

فاخر بنا کچھ کہے کلاس سے باہر نکلا۔ بلاں بھی اس کے پیچے ہو دیا۔
"کیا ہوا یار ناراض ہے کیا؟"

"یار مت کہہ مجھے، کل کلاس مجھے بھی بھولنے میں ایک لمحہ نہیں لگانا تو نے۔"

"ہو اکیا ہے کچھ بتائے گا بھی؟" بلاں کو سمجھنہ آئی کہ یوں اچانک فاخر کے سرپہ کونسا بھوت سوار ہو گیا۔
 "کل تمہارے ساتھ تمہارے ابا تھے ناں؟"
 بلاں کی بولتی بند ہو گئی۔

وہ دونوں کوریڈور میں ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑے تھے جبکہ آس پاس سے طالب و طالبات گزر رہے تھے۔

"اب کیا ہوا سانپ سو نگہ گیا؟" فاخر ایک قدم آگے بڑھا۔
 "کتنا درد تھا کل انکل کی آنکھوں میں جو مجھے تو دکھ گیا مگر افسوس کہ تمہاری آنکھوں پر پٹی بندھ گئی۔"
 وہ ایک قدم مزید آگے ہوا۔

"مجھے نہیں دوستی رکھنی ایسے شخص سے جو اپنے والد کو کسی کے سامنے متعارف کرواتے ہوئے شرم دیگی محسوس کرے۔ کل کلاں تمہیں اچھی جاپ مل گئی اور میں بے روز گاری رہا تم تو آنکھیں پھیر لو گے مجھ سے۔ جو اپنے باپ کا نامہ ہوا وہ مجھ جیسے غیر کا کیا ہو گا۔" فاخر نے حقارت سے کہا۔
 "تم میرے پر سئل معا لمے میں گھنے کی کوشش نہ کرو۔" بلاں نے ٹوٹے چھوٹے لبجھ میں بات کو سنبھالنے کے لیے کہا۔

"شرم کر لے اب تو شرم کر لے بغیرت انسان۔ اس بندے کے میلے کپڑے اس بات کی چیخ چینخ نکر گواہی دے رہے تھے کہ تجھ جیسی اولاد کو یہ اعلیٰ تعلیم دلوانے کے لیے اس نے کتنی مشقت کی ہے مگر افسوس کہ تو یہ سب ڈیزرو نہیں کرتا۔ کسی معمولی یونیورسٹی سے اپنی تینواہ کے پیسوں سے فیس ادا کر کے بنائیں گے وائے میں گرمی میں بیٹھ کر پڑھنا پڑھتا تب کہیں جا کر تجھے احساس ہوتا۔ یہاں اے سی میں بیٹھ کر بنائی کھیر جو تھامی میں مل جاتی ہے تجھے کیا احساس ہو گا۔"

فاخر نے اسے شرم دلانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ وہ خود ایسی ہی بیلی سے تعلق رکھتا تھا مگر وہ بلال کی طرح احسان فراموش نہ تھا۔ اسے اپنے ماں باپ بہت عزیز تھے جن کی وجہ سے وہ آج یہاں تک پہنچا تھا۔ اگر اس کے والدین اس پر فخر کرتے تھے تو وہ بھی اپنے والدین پر فخر کرتا تھا۔ اس کے والدین اس کامان تھے اور انہی کی وجہ سے وہ آج اس مقام پر تھا۔

"کاش کل جو درد میں نے انکل کی آنکھوں میں دیکھا وہ تجھے بھی دکھائی دیتا۔ مگر تجھ سے توبات کرنا ہی فضول ہے۔" "فاخر اپنی کہہ کرو ہاں سے چل دیا تھا۔ مگر بلال کے قدموں میں اتنی جان نہیں بچی تھی کہ وہ ایک بھی قدم آگے بڑھاسکے۔

وہ خلاء میں غیر مریٰ نقطے کو گھور رہا تھا۔

سب سے کٹھن مرحلہ ادراک الخطاہ ہے جس میں لوگوں کی عمریں بیت جاتی ہیں۔

ادراک الخطاہ جبی نعمت ہر کسی کے نصیب میں نہیں ہوتی اور جسے نصیب ہو جائے وہ دنیا کا خوش قسمت ترین انسان ہے۔ جو شخص ادراک الخطاہ کے بعد کے کٹھن مراحل بھی پار کر لے وہی حقیقت میں کامیاب شخص ہے۔

از قلم سعدیہ عارف



گزرتے لمحوں کے نام

چہرے پر مسکراہٹ سجائے وہ اطراف کا جائزہ لیتے ہوئے کلاس کی طرف بڑھ رہی تھی جب اسے اطلاع دی گئی کہ اسے آفس میں بلا یا جا رہا ہے۔

سر اثبات میں ہلاتے اس نے اپنارخ آفس کی جانب کیا۔

آفس کے دروازے پر دستک دیتے ہوئے اس نے آفس کے باہر بیٹھی لڑکی پر ایک نظر ڈالی۔

دنیا سے بے پرواہ وہ اپنے خیالوں میں گم تھی۔

"ایکسیوز می۔۔۔ پیٹا کلاس شروع ہو چکی ہیں"

اس لڑکی نے مڑ کر اسے دیکھا اور چہرہ دوسری طرف پھیر لیا۔

وہ کچھ لمحے اسے دیکھتی رہی پھر آفس کا دروازہ کھلنے پر اس طرف متوجہ ہوئی۔

سامنے مس منزہ پریشان سی انہیں دیکھ رہی تھیں۔

"سممنہ۔۔۔ آئیے پلیز"

مسکراتے ہوئے اسے آفس میں دعوت دی مگر پریشانی کے تاثرات واضح تھے۔ دروازہ بند کرنے سے پہلے ایک

نظر باہر بیٹھی اسما کو دیکھا۔ جواب دانتوں سے ناخن کاٹ رہی تھی۔

☆☆☆☆☆

"مجھے آپ کی مدد چاہیے۔"

ان کے ماتھے پر شکنیں تھیں۔

مسمنہ خاموش رہی۔۔۔

منزہ نے بات جاری رکھی۔۔۔

"یہ باہر پنجی میٹھی دیکھی ہے آپ نے؟"

انہوں نے دروازہ کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔ جس پر مسمنہ نے سر اثبات میں ہلایا۔۔۔

"یہ میری بجا نجی ہے۔ میرے پاس رہنے کیلئے آئی ہے۔۔۔ مگر میں آپ کو کیا بتاؤں۔۔۔ بات کرنا تو چھوڑ دیں اس نے کبھی مجھے کسی بات کا جواب بھی صحیح سے نہیں دیا۔۔۔ ایک مہینہ ہو گیا ہے میں کوشش کر رہی ہوں۔۔۔ مگر ہمیشہ

ناکام ہو جاتی ہوں۔۔۔ مجھے لگتا ہے یہ کسی طرح کے سڑیں کاشکار ہے۔"

مسمنہ نے ان کے چہرے کی جانب دیکھا۔۔۔ کچھ لمحے سوچ کر پھر بولی۔۔۔

"آپ نے ان کے والدین سے بات کرنے کی کوشش کی ہے؟"

منزہ کے تاثرات نرم پڑ گئے۔۔۔

"والدہ فوت ہو چکی ہیں اور والد کام میں مصروف ہوتے ہیں۔ لیکن ایسا نہیں ہے کہ انہوں نے اسماں کو بے آسمرا

چھوڑ دیا ہے۔۔۔ بہت خیال رکھتے ہیں۔۔۔ مجھے نہیں لگتا کبھی اپنی آواز بھی اٹھائی ہو گی۔۔۔"

ان کی بات پر مسمنہ مسکرا گئی۔۔۔

"ہر والدین اپنے بچوں کو ایسے ٹریٹ کرتے ہیں جیسے وہ نازک کاٹج ہوں۔۔۔ اسی وجہ سے بچے خود کو کاٹج سمجھنے

لگتے ہیں۔ خیر آپ چاہتی ہیں میں اس سے بات کروں؟"

منزہ نے ان کی بات پر مسکرا کر انہیں دیکھا۔۔۔

"آپ کچھ عرصہ اسے گائید کریں۔۔۔ میں چاہتی ہوں وہ مجھ سے بات کرے۔۔۔ مجھ میں اپنی ماں کو پائے۔۔۔ لیکن

بغیر گفلگو کے ایسا ممکن نہیں۔۔۔"

مسمنہ نے ہائی بھری اور کرسی سے اٹھ گئیں۔۔۔ منزہ نے ایک مسکراہٹ دی اور ان کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئی۔۔۔

دونوں باہر آئیں اور اسما را کی جانب قدم بڑھائے۔۔۔

وہ ڈرپوک اور نازک توبالکل نہیں تھی۔۔۔ مگر اس نے اپنے آپ کو ایک خول میں سمیٹا ہوا تھا۔۔۔
اس کی طرف دیکھتے ہوئے مسمنے منزہ کو دوبارہ مخاطب کیا۔۔۔

"آپ نے اپنے عمل میں کبھی اسے ماں ہونے کا احساس دلا یا؟"

اس کی بات پر منزہ رک گئیں۔۔۔ جبکہ وہ آگے بڑھ کر اسما را کے دامیں جانب بیٹھ گئیں۔۔۔
اس کے بیٹھنے پر اسما فوراً سمت کر دوسرے کنارے پر نکل گئی۔۔۔

"السلام علیکم یہاں۔۔۔ کیسی ہیں؟"

وہ اپنے ہر شاگرد کو اپنا بچہ سمجھتی تھی۔۔۔

اس کے نرم طرز خطاب پر اسما ایک لمحہ انہیں دیکھتی رہی۔۔۔ اسے اس ترجم اور خلوص کی عادت نہ تھی۔
اجھی طرح تسلی کر کے اس نے سرا ثابت میں ہلایا۔۔۔ اور بغیر کسی تاثر کے آہستہ آواز میں گویا ہوئی۔۔۔

"how may i help u?" و علیکم السلام۔۔۔

اس کے دو ٹوک انداز پر مسمنے سر نفی میں ہلایا۔۔۔

منزہ نے مسمنے کے اشارہ کرنے پر اس کی طرف قدم بڑھائے اور اسما را کو مخاطب کیا۔۔۔

"بیٹا مجھے ضروری کام ہے۔۔۔ میں گھر جاتے ہوئے لیٹ ہو جاؤں گی۔۔۔ آپ آج ان کے ساتھ گھر چلی جانا۔۔۔"
ان کی بات پر اسما نے دوبارہ مڑ کر مسمنے کو دیکھا جس پر وہ مسکرا گئیں۔۔۔

"نہیں۔۔۔ میں بس سے چلی جاؤں گی۔۔۔"

منزہ نے ایک نظر اطراف میں دیکھا بھر سوچتے ہوئے بولی۔۔۔

"یہ ہمارے پڑوس میں رہتی ہیں۔۔۔ آسانی ہو جائے گی۔۔۔"

اسما نے ان کی طرف دیکھا۔۔۔ پھر کچھ دیر سوچنے کے بعد سرا ثابت میں ہلایا۔۔۔

" یہ مسمنے فاروق ہیں۔ سایکالو جی ڈیپارٹمنٹ کی ہیڈ "۔

اس نے دوبارہ اثبات میں سر ہلایا۔

مسمنے نے اس کے ساتھ دو تین جملوں کا تباولہ کیا مگر وہ ہر بات کا جواب دٹوک دے رہی تھی۔ جس پر اس نے کچھ نہیں کہا اور اپنی کلاس کی جانب بڑھ گئی۔

☆☆☆☆☆

" عاصم۔ آپ اور حدیقہ جائیے میں کیب کر کے آجائیں گی "۔

یونیورسٹی کی راہداری سے گزرتے ہوئے وہ اسے تلقین کر رہی تھی۔ کچھ دیر بات کر کے اس نے ایک نظر اسما رپرڈائلی جو خاموشی سے کھڑی انتظار کر رہی تھی
" سوری بیٹا آپ کو انتظار کرنا پڑا۔ "

اس کے پاس پہنچتے ہی وہ نرم لمحے میں بولی جس پر اسما نے کندھے اپکائے۔ اور کیب میں جا کر بیٹھ گئی۔
اس کی تقلید میں وہ بھی جلدی سے بیٹھ گئی اور اپنا ایڈر لیں بتا کر اسما کی طرف رخ کیا۔

" چائے پسند ہے یا کافی؟ "

اسما نے باہر دیکھتے ہوئے ہی جواب دیا۔
" کافی "۔

مسمنے نے سر اثبات میں ہلایا۔

☆☆☆☆☆

وہ دونوں کافی ہاؤس میں آمنے سامنے بیٹھیں تھی۔

اسما کے بہت انکار پر بھی وہ اسے کافی پلانے لے آئی۔

اس نے اپنی بے زاری چھپانے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔

"منزہ نے مجھے آپ کی ماما کے بارے میں بتایا ہے۔۔۔ سن کر افسوس ہوا"

اس نے کافی کا ایک گھونٹ بھرا۔۔۔

"شکریہ۔۔۔ میں اپنی ذاتی زندگی ڈسکس نہیں کرنا چاہتی۔۔۔"

اس کی بات پر مسمنہ مسکرائی۔۔۔

"تمہاری خالہ تو تھیں ڈرپوک بولتی ہیں۔۔۔"

اس نے آنکھیں گھمائیں۔۔۔

"ان کو لگتا ہے کہ وہ ہمیشہ درست ہوتی ہیں۔۔۔ اور باقی سب غلط"

اس وہ یقیناً کسی اور بات پر کہ رہی تھی۔

مسمنہ کچھ لمحے سوچنے کے بعد بولی۔۔۔

"امید ہے کہ تم جانتی ہو گی کہ ہیو من انٹریکشن کتنا ہم ہوتا ہے زندگی جینے کیلئے"

اس نے اپنے بازو باندھے اور آنکھیں سکیر کر مسمنہ کو دیکھا۔

"میری ذاتی زندگی پر کوئی کنٹ کرے مجھے پسند نہیں"

مسمنہ نے اپنے بیگ سے فون نکلا اور کچھ لمحے تاہپ کرنے کے بعد بولی۔۔۔

"میں کون ہوتی ہوں تمہاری زندگی پر کنٹ کرنے والی۔۔۔ خیر۔۔۔ تم سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ ایسے لگتا ہے

جیسے میں تھیں جانتی ہوں"

اس نے کچھ رقم میز پر رکھی اور اٹھ کھڑی ہوئی اس کو اٹھتے دیکھا اسما را بھی اٹھی اور داخلی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔۔۔

"آپ مجھے جانتی ہیں؟"

مسمنہ نے اس کے سوال پر سرا ثابت میں ہلا�ا۔۔۔

"ہاں تھیں میں نے آئینے میں دیکھا ہے۔۔"

اس کی بات پر اسما رانے حیرت سے اسے دیکھا۔۔

مسمنہ اس کے تاثرات پر ہنسی۔۔

"تم میرا عکس ہو۔۔ میرے نادانی کے زمانے کا عکس۔۔"

وہ اب بھی حیرت میں تھی۔۔ اس کے حیرت کے اظہار پر مسمنہ مزید مسکرائی

"سبھ جاؤ گی بیٹا۔۔ میں یہ سب فضول میں نہیں کہ رہی۔۔"

گاڑی اب رک چکی تھی۔۔

"آ جاؤ گھر آ گیا ہے"

اسما را اپنے خیالات میں گم تھی جب مسمنہ کی آواز نے اس کا تسلسل توڑا۔۔

وہ گاڑی سے باہر نکلی اور سامنے اپنی خالد کے گھر کو پایا۔۔

اس کے ماتھے پر شکنیں ابھری۔۔

اسے مسمنہ کے ساتھ بات کر کے اچھا گا تھا۔۔

"کیا میں کچھ دیر کیلیے آپ کے گھر رک جاؤ؟"

اس کے سوال پر مسمنہ تھوڑا تیران بھی ہوئی۔۔

لیکن پھر فوراً سر اثبات میں ہلا�ا۔۔

"کیوں نہیں۔۔ آ جاؤ۔۔"

وہ اپنے گھر کے دروازے کی جانب بڑھ گئی۔

"امید ہے تھیں میرے بچے پند آئیں گے"

اس کی بات پر اسما رانے سر اثبات میں ہلا�ا۔۔

☆☆☆☆☆

وہ بیڈ پر لیٹی تجھ سے ہاتھ میں کپڑی ڈائری کو پلت پلت کر دیکھ رہی تھی۔۔
یہ اس کی نہیں تھی۔۔ مسمنے اسے گھر آنے پر تھنے کے طور پر دی تھی۔۔ اس نے لینے سے انکار کیا تھا مگر
مسمنے اسے زبردستی دے دی تھی۔۔

"اسمارا۔۔ کھانا کھالو"

منزہ کی آواز پر اس نے ڈائری بیڈ پر رکھی اور باہر چلی گئی۔۔
"میں کھانا کھا چکی ہوں"

ڈائینگ ٹیبل کے قریب جا کر وہ عام سے الجھ میں بوی۔۔
اس پر منزہ نے اسے دیکھا اور مسکرائی۔۔

"تم مسمنے کے گھر گئی تھی؟"
اس نے اثبات میں سر ہلا�ا۔۔

منزہ کے شوہرن جیرت سے منزہ کو دیکھا۔۔
"یہ مسمنے کو جانتی ہے؟"
منزہ نے سر اثبات میں ہلا�ا۔۔

"امید ہے تمھیں اس سے مل کر اچھا لگا ہو گا۔۔ وہ میری بچپن کی دوست ہے"
اس کی بات پر اسما رانے دوبارہ سر اثبات میں ہلا�ا اور انہیں شب بخیر کہتے ہوئے واپس چلی گئی۔۔
مسمنے کے گھر کے پر سکون ماحول کے بارے میں سوچتے ہوئے اس کے چہرے پر مسکراہٹ ٹھہر گئی۔۔
کاش میری ماما آج ہوتی تو وہ بھی ایسے ہی مجھے چھوٹی چھوٹی بالتوں پر ڈانتتی۔۔
اس کی آنکھیں نہ ہو گئیں۔۔ اس نے آنکھیں بند کیں۔۔

پھر کچھ دیر بعد اٹھ بیٹھی اور مسمنے کی دی ہوئی ڈائری کھولی۔۔
پہلے صفحے پر لکھی سطر پڑھ کر اس نے دوبارہ آنکھیں بند کی۔۔
وہ صرف ایک جملہ نہیں تھا۔ بلکہ اس کے احساسات تھے۔۔
میں نے زندگی کے ہر رنگ میں آپ کو ڈھونڈا ہے ما
آنکھوں میں ٹھہرے آنسو اب گالوں پر پھسل چکے تھے۔۔
اس سطر کے یونچے مسمنے فاروق لکھا تھا۔۔

صفحہ پلنے پر وہ کچھ سال پیچھے چلی گئی تھی۔۔ بیٹھ پر تکیہ درست کرتے اس نے اپنا سائیڈ لیپ آن کیا اور باقی
لا سینیس بھاگ دیں۔۔

اس کے کمرے میں پھیلی روشنی مانند پر گئی۔۔۔ اور مسمنے جو دوسرا جانب سے اس کی کھڑکی پر نظر رکھے
ہوئے تھی وہ مسکرائی۔۔



میں مسمنے ہوں اور میرے نزدیک زندگی ایک کتاب ہے۔۔ اس کتاب میں وہ سب ہے جو میں نے کیا، کہا، سننا
اور دیکھا۔۔

مگر جو میں نے دیکھا تھا وہ مجھے کبھی نہیں بھول سکتا۔۔ کوئی لمحہ ایسا نہیں جو آپ تک ٹھہر جائے۔۔ جو آپ کا
انتظار کرے۔۔ مگر میں نے پھر بھی امید کی تھی۔۔ کہ وہ لمحات رک جاتے۔۔ میرا انتظار کر لیتے۔۔ مگر
خواہشات باقی رہنے کیلیے ہی تو ہوتی ہیں۔۔



بارش اپنے زور شور سے برس رہی تھی اور اس موسم میں بارشِ زحمت بن جاتی تھی۔۔ کمرے کی کھڑکی کے پاس
کھڑی وہ اپنی والدہ کا انتظار کر رہی تھی۔۔ اس کے چہرے پر غصے کے تاثرات واضح تھے۔۔

اچھی تک نہیں آئیں۔ اور مجھے کہ رہی تھیں صرف ایک گھنٹے لگے گا۔۔۔

ہر گزرتے لمحے کے ساتھ اس کا غصہ پریشانی میں بدل رہا تھا۔ یہ غصہ اپنی والدہ پر نہیں بلکہ خود پر تھا۔ پتہ نہیں کہاں ہیں۔ اور پرستے فون بھی نہیں اٹھا رہیں۔۔۔

اب وہ گھر کے داخلی دروازے کے پاس کھڑی انتظار کر رہی تھی۔۔۔

جب رات کے دس بجے گئے تو اس کا صبر جواب دے گیا۔ صوفے سے اپنا دوپٹہ اٹھایا۔ اور فون لیتے ہی باہر کی جانب بڑھ گئی۔ بارش کی رفتار تو اب کم تھی مگر گرنج چک کی وجہ سے وہ ڈر کے مارے تیز تیز چل رہی تھی۔۔۔

اس کی والدہ اتنی دور نہیں گئیں تھیں۔ مگر ناجانے کیا معاملہ تھا کہ لوٹنے میں کافی وقت لگا چکی تھیں۔۔۔

اس نے سندس کو بھی کافی مرتبہ کال ملائی لیکن نمبر بند تھا۔ اور سمیر بھائی اب تک آفس سے لوٹنے تھے۔۔۔

کچھ دیر بعد وہ سندس کے گھر میں بیٹھی لاونچ میں چکر لگاتے سمیر کو دیکھ رہی تھی۔۔۔

"اچھا چلیں ٹھیک ہے میں دیکھتا ہوں۔ جی شکر یہ۔ خدا حافظ۔"

فون رکھ کر وہ مسمنہ کی طرف ٹڑا۔ فکر مت کرو مل جائیں گی یہی کہیں ہوں گی۔ تم دونوں ادھر رکو میں

اطراف میں معلوم کر کے آتا ہوں۔"

ان دونوں کو تلقین کرتا اب وہ باہر کی طرف بڑھ رہا تھا جب مسمنہ بھی اس کے پیچے چلنے لگی

"مسمنہ تم گھر پر ہی رکو۔ آدمی رات ہو رہی ہے"

اس نے نفی میں سر ہلا�ا۔۔۔

"میں آپ کے ساتھ جاؤں گی۔۔۔"

وہ کہتے ہی باہر نکل گئی۔ سمیر بھی اس کے پیچے باہر نکل گیا۔۔۔

☆☆☆☆☆

اپنے کمرے کے ایک کونے میں بیٹھی وہ خاموشی سے خلامیں دیکھ رہی تھی۔ دل میں ایک خالی پن کا احساس تھا۔ دروازے پر دستک ہو رہی تھی مگر اس کا تسلسل نہیں ٹوٹا۔ دو دن سے ہوتی لگاتار بارش آج تھم گئی تھی۔

اس دن جب وہ سعیر کے ساتھ اپنی والدہ کو ڈھونڈ رہی تھی تو اس نے بارش میں گلی کے کنارے پر ایک وجود دیکھا تھا۔ اس نے سعیر کو بھی اس طرف اشارہ کر کے بتایا۔ پاس جانے پر خون کی بدبو آڑ رہی تھی۔ غور کرنے پر سے معلوم ہوا کہ یہ وہی کپڑے ہیں جو اس کی والدہ نے پہنے تھے۔ اس کی دھڑکن تیز ہو گئی تھی۔ اس کے بعد اس نے اپنی والدہ کا چہرہ دیکھا تھا جس پر زخموں کے نشان تھے۔ ان کے ساتھ ایک اور وجود تھا۔ کسی بچی کا اور اس کی حالت دیکھ کر سعیر نے چہرہ موڑ لیا۔ مگر مسمنہ اپنی والدہ کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ اور اس میں سے رستہ خون۔

وہ اس لمحے میں قید تھی۔ اس کے ذہن میں وہ خون اب بھی برہا تھا۔ بارش اب بھی تھی نہیں تھی۔ اور وہ اب بھی اپنی ماں کو ڈھونڈ رہی تھی۔

☆☆☆☆☆

زندگی عجیب لگتی تھی۔ لوگوں کی محفل میں بھی میں تہبا ہوتی تھی۔ کیونکہ وہاں میرا سگا کوئی نہ ہوتا۔ میں زندگی سے گلہ کرتی رہی کہ کیوں رحم نہ آیا۔ میں نے بابا کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اور بہن بھائی بھی کوئی نہیں تھا سوائے سعیر بھائی کے جو میرے چجاز اد بھائی تھے۔ مجھے امی کی موجودگی میں کبھی تیکی کا احساس نہیں ہوا۔ مگر امی کے بعد میں نے ہر لمحہ خود کو لاوارث سمجھا۔

میں بے وقوف تھی۔ کیونکہ جن کا اللہ ہو وہ لاوارث نہیں ہوتے۔ میں نے کبھی اس بارے میں سوچا ہی نہیں۔ نہ مجھے کسی نے یاد دلایا۔ مگر مجھے گلہ نہیں کیونکہ میرے خیالات کسی کی بات سننے نہیں دیتے

تھے۔ میرے خیالات نے میرے ہر درد کو سلا دیا تھا۔ کوئی تکلیف میرا تسلسل نہیں توڑ سکی۔ ایک سال گزرنے کے بعد بھی میں اسی لمحے میں قید تھی۔۔۔

☆☆☆☆☆

وہ بھجن سے اپنے سامنے بیٹھی سندس کو دیکھ رہی تھی۔ جو اپنے دو سالہ بچے کو کپڑے پہن رہی تھی۔۔۔ "تم جا کر تیار ہو جاؤ۔ پھر ہم چلتے ہیں۔۔۔"

سندس نے اس کے تاثرات پر غور نہیں کیا۔ اگر کر بھی لیتی تو یہ تواب معمول بن چکا تھا۔ "مجھے کہیں نہیں جانا۔۔۔"

وہ بے تاثر لبجے میں بول رہی تھی۔۔۔

سندس نے اسماعیل کو ماتھے پر پیار کیا اور اسے فیڈر کپڑا دیا۔۔۔

"ہارون بھائی نے خاص طور پر تمہیں دعوت دی ہے۔۔۔ ایسے بغیر کسی وجہ کے انکار کرنا صحیح نہیں ہے"

وہ وہیں بیٹھی رہتی۔۔۔ جیسے سندس کی آواز اس تک پہنچی ہی نہ ہو

سندس نے ایک گھر انس بھرا۔۔۔ ہارون اس بچی کے والد تھے جس کو بچاتے ہوئے اس کی والدہ کا قتل ہوا تھا۔ اتنے میں سمیر اندر آیا۔۔۔ سندس نے اسے باہر چلنے کا اشارہ کیا اور خود بھی اسماعیل کو اٹھاتے ہوئے بایر چلی گئی۔۔۔

"مسمنہ کہاں ہے؟"

اس نے مسمنہ کو نہ پایا تو دریافت کیا جس پر سندس نے سرفی میں ہلایا۔۔۔

☆☆☆☆☆

دروازہ کھول کر جب سندس اندر آئی تو وہ اب تک اسی طرح بیٹھی تھی۔۔۔ اس نے گھری کی طرف دیکھا۔۔۔ نونج رہے تھے۔۔۔

بابر ہلکی بارش ہونے لگی۔۔۔

سمیر بھی اس کے پچھے اندر آیا اور مسمنہ کو وہاں بیٹھا دیکھ کر رک گیا۔۔۔
وہ گھر کی پر پھسلتی بارش کو دیکھ رہی تھی۔
"مسمنہ جا کر سو جاؤ کافی دیر ہو چکی ہے"
سندس نے اس کا ندھا تھپتھپایا۔۔۔

اس نے پلکیں چھپائیں اور مڑ کر سندس کو دیکھا۔۔۔
"تم گئی نہیں؟"

سمیر اندر جا چکا تھا۔۔۔

سندس اس کے پاس بیٹھ گئی اور اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے۔۔۔ مگر ہمیشہ کی طرح مسمنہ اس سے جھجک رہی تھی۔۔۔

"میں واپس بھی آچکی ہوں"

وہ حیرت سے گھڑی کی طرف دیکھنے لگی۔۔۔ پھر صوفے کے ساتھ ٹیک لگالی اور ہلکی سی آواز میں بولی۔۔۔
"مجھ پتہ نہیں چلا۔۔۔"

اس کی آواز میں لاچاری تھی۔۔۔
"لتنا ظلم کرتی ہو تم خود پر۔۔۔"

اس کی بات پر مسمنہ نے سر جھکا دیا۔۔۔

"کچھ بولو۔۔۔ مجھے بتاؤ۔۔۔ میں تمہاری مدد کروں گی۔۔۔ جو تم چاہو۔۔۔ وہی۔۔۔ مگر کچھ تو کہو"

وہ سر جھکائے رہی۔۔۔

سندس نے اس کے ہاتھ پر بوسہ دیا۔۔۔

"کچھ نہیں پوچھوں گی میں۔ جاؤ سو جاؤ۔"



یونیورسٹی کی راہداری میں کھڑی وہ کافی دیر سے مسمنہ کا انتظار کر رہی تھی۔۔
اچانک اس کی نظر سیف پر پڑی جو ایک لڑکے کے ہمراہ سیڑھیاں چڑھا آرہا تھا۔۔
اس کے اوپر پہنچتے ہی وہ اس کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔۔
سیف اسے دیکھ کر دو قدم پہنچھے ہوئے۔۔
"میم مسمنہ کہاں ہیں؟"

اس کے دو ٹوک انداز پر سیف نے ایک لمحہ کلیے اطراف میں دیکھا۔۔
پھر کندھے اچکائے۔۔
"مجھے نہیں پتا۔۔"
اس نے سرا ثابت میں ہلا�ا۔۔

سیف کچھ کہنے لگا تھا مگر وہ اس کو نظر انداز کرتے آگے بڑھ گئی۔۔
سیف نے مڑ کر اسے دیکھا۔۔ وہ آفس کی طرف جا رہی تھی۔۔



"میم۔۔"
مسمنہ کو آفس سے نکلتا دیکھ کر وہ عجلت میں اس کے پیچے گئی۔۔
"کیسی ہو بیٹا؟"

مسمنہ نے نرم مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔۔
اس نے سرا ثابت میں ہلا�ا۔۔

"میں ٹھیک ہوں۔۔۔ یہ آپ کی ڈائری"

مسمنے نے اس کے ہاتھ سے ڈائری لی۔۔۔

"تم نے یہ مکمل پڑھلی؟"

اس نے سر نفی میں ہلا�ا۔۔۔

"نہیں۔۔۔ آگے میں آپ کے منہ سے سنتا چاہوں گی"

وہ مسکراہی تھی۔۔۔

"کیفے میں ملیں؟"

اس کے چہرے پر بلکل سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

☆☆☆☆☆

انسان کی زندگی جینے کی وجہ بچپن سے اس کے دماغ میں فیڈ کر دی جاتی ہے۔۔۔ اور اگر بچپن میں نہ ہو سکتے تو کسی موڑ پر ضرور وہ جان لیتا ہے کہ ہم یہاں کس لیے ہیں۔۔۔ لیکن علم تو انسان کو بہت سی باتوں کا ہوتا ہے۔۔۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ ہمارے تمام احساسات فانی ہیں

مگر صرف معلومات سے توفا نہ نہیں ہوتا۔۔۔ اس حقیقت کو قبول کرنا بھی اتنا ہی ضروری ہوتا ہے۔۔۔

اس کی اہمیت جانا بھی۔۔۔ ہم جب تک درد محسوس نہیں کریں ہمیں معلوم نہیں ہوتا کہ خرابی کہاں ہیں۔۔۔ اور جب خرابی کا علم نہیں ہو گا۔۔۔ تو کیسے معلوم ہو گا کہ اس کا علاج کیسے کرنا ہے۔۔۔ جب ہم اس درد کو محسوس کریں اس پر ری ایکٹ کریں اس کا علاج کریں۔۔۔ تو یہ فطری عمل ہے۔۔۔ اس کے بغیر کبھی انسان ٹھیک نہیں ہو سکتا۔۔۔ مگر جب اس درد کو نظر انداز کر دے۔۔۔ اس کو کیسے معلوم ہو گا کہ اسے کیا علاج کرنا ہے۔۔۔

ہم انسان بہت بے رحم ہوتے ہیں۔۔۔ اور سب سے زیادہ خود پر بے رحم ہوتے ہیں۔۔۔

☆☆☆☆☆

وہ کھڑکی پر نظریں جمائے سامنے بیٹھی سندس کی ڈانٹ سن رہی تھی۔۔ تھک ہار کر اب سندس رونے لگی تھی۔۔
سمیر کھڑکی کے پاس کھڑا باہر دیکھ رہا تھا۔۔

ایک ڈاکٹر اس کے پاس بیٹھی تھی۔۔ وہ سندس کی دوست تھی جو سندس کے کہنے پر اتنی رات کو وہاں آئی
تھی۔۔ وہ سایکاٹر سٹ تھی۔۔

سندس نے تھک ہار کر اسے دیکھا۔۔
وہ گہرا سانس لے کر رہ گئی۔۔

وہ خاموشی سے اسے دیکھنے لگی۔۔ اس نے خود کشی کرنے کی کوشش کی تھی۔۔ وہ اب کسی بات کا جواب بھی
نہیں دیتی تھی۔۔ رات کو سندس اس کے پاس سوتی تھی۔۔ کیونکہ وہ اکثریت کرائھ جاتی۔۔ اور اپنی والدہ
کو ڈھونڈنے تھی۔۔

آنچہ اپنی والدہ کی وفات کے بعد پہلی بار دل کھول کر روئی تھی۔۔ مگر بوجھ کم نہیں ہو رہا تھا۔۔ دور کہیں اذان
شرع ہوئی تھی۔۔ اس کے کان میں بلکی سی آواز میں ایک نام گونج رہا تھا۔۔ اس کے وارث کا نام۔۔ جس نے
اسے کبھی نہیں چھوڑا۔۔ اب آواز بلند ہو گئی تھی۔۔ وہ الجھن سے اطراف میں دیکھنے لگی۔۔ ڈاکٹر کو دیکھ کر اس
کے ماتھے پر شکنیں پڑیں۔۔ اس سے پہلے وہ کچھ کہتی کہ آواز بلند ہو گئی۔۔
اس کی دھڑکن تیز ہو گئی تھی۔۔

ایک جرم کا احساس ہوا تھا۔۔

اس نے اپنے رب کو بھلا دیا تھا۔۔

اب آنکھوں سے آنسو بہنے لگ گئے۔۔

منادی اسے اللہ کی جانب بلارہا تھا۔۔ اس ذات کی جانب جس سے اس نے شکوؤں کے علاوہ کوئی بات نہیں کی
تھی۔۔

اسے کامیابی کی طرف بلا یا جا رہا تھا۔ وہ تیزی سے اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔۔۔
لیکن ہر چیز اس پر تنگ ہو رہی تھی۔۔۔ وہ تیزی سے چھٹ پر گئی۔۔۔ سیمیر اور سندس سیڑھیوں کے پاس کھڑے
اسے دیکھ رہے تھے۔۔۔

چھٹ پر ہر طرف آوازیں گونج رہی تھیں۔۔۔ اس نے گہرا سانس لیا اور اپنے اطراف میں سکون کو
پایا۔۔۔ آنکھوں سے آنسو بہنا نہیں رکے تھے۔۔۔
ندھال ہو کر وہ وہیں بیٹھ گئی۔۔۔

اس کا دل دوبارہ بھرنے لگے۔۔۔ مگر سکون سے۔۔۔

--

وہ کب سوئی اسے نہیں معلوم تھا۔۔۔ مگر وہ نیند سکون بھری تھی
اس کے پاس ایک عورت بیٹھی تھی
"تم نے خود کشی کرنے کی کوشش کیوں کی؟ کیا تمہاری تکلیف اتنی زیادہ ہے کہ اس کو رب کائنات کم نہیں کر
سکتا۔۔۔ یا تمھیں اس تکلیف سے نکلا ہی نہیں ہے؟"
مسمنہ اٹھ بیٹھی۔۔۔

اسے اس عجیب عورت سے خوف آرہا تھا۔۔۔

"مجھے کوئی درد کچھ تکلیف محسوس نہیں ہوتی"

ہلکی سی سر گوشی تھی مگر اس عورت تک پہنچ گئی تھی۔۔۔

"احساس تو ہیں۔۔۔ مگر تمہارا نفس انہیں جھٹلارہا ہے۔۔۔ اپنے نفس کو قابو میں رکھو۔۔۔ یہ جتنا تمہارا ہمدرد بن رہا
ہے۔۔۔ اتنا ہی تمھیں دھوکہ دے گا"۔۔۔
مسمنہ کو حیرت ہوئی۔۔۔

انسان کا اپنا نفس کیسے اس کو دھوکہ دے سکتا ہے۔۔۔

"تمہاری ماں فوت ہو چکی ہیں۔۔۔ ان کی روح پرواز کر چکی ہے۔۔۔ اس جہاں میں جہاں سے لوٹانا ممکن ہے۔۔۔

خود پر ظلم مت کرو اور وہ بھی فانی کے پیچھے۔۔۔"

مسمنہ نے مڑ کر اسے دیکھا۔۔۔

اس کے دل میں ایک تکالیف ہوئی تھی۔۔۔

"میری بیٹی کا بھی قتل ہوا تھا۔۔۔"

مسمنہ کے چہرے پر تعجب تھا۔۔۔

وہ اتنے سکون میں کیسے تھی۔۔۔

"مجھے افسوس ہے"

آواز سرگوشی سے زیادہ نہیں تھی۔۔۔

اس عورت نے سرلنگی میں ہلا�ا۔۔۔

"افسوس کس بات کا۔۔۔ میرے رب کے نزدیک اس کیلئے بھی بہتر تھا۔۔۔ اور تمہاری ماں کے معاملے میں

بھی رب کا فیصلہ درست تھا۔۔۔ میرے رب کا کوئی فیصلہ غلط نہیں ہوتا۔۔۔"

مسمنہ اس کی باتیں سمجھ رہی تھی۔۔۔ وہ بیڈ سے اتر گئی۔۔۔

ٿوڑی دیر بعد وہ عورت کمرے سے چلی گئی۔۔۔ مسمنہ جائے نماز پر بیٹھی تھی۔۔۔ اس کے ہاتھ پھیلے تھے اور

وہ ہچکیوں کے ساتھ رورہی تھی۔۔۔



وہ مسلسل نم آنکھوں سے مسمنہ کو دیکھ رہی تھی۔۔۔

ان دونوں کی کافی ختم ہو چکی تھی۔۔۔ مسمنہ کی نظریں کھڑکی پر مرکوز تھیں۔۔۔

"اس میں رونے کی کوئی بات نہیں۔ اب وہ تکلیف کہیں نہیں ہے۔ بلکہ اب تو مجھے ایسا لگتا ہے کہ مجھے کبھی وہ محسوس ہی نہیں ہوا تھا۔"

اس نے اطراف میں نظریں دوڑائیں۔

"اسمارا۔ تم میری بیٹی جیسی ہو۔ اور میں اپنی بیٹی کو کبھی تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی۔۔۔ میں نہیں جانتی کہ تمہاری کہانی کیا ہے۔۔۔ مگر ہمیشہ یاد رکھنا۔ تمحیں اگر پوری دنیا بھی چھوڑ دے۔۔۔ تب بھی اللہ تمحیں کبھی نہیں چھوڑیں گے۔۔۔ اس کے سہارے سے بڑھ کر کامی سہارا نہیں۔۔۔ اس کی سوال سے بڑھ کر کوئی دو انہیں۔۔۔"

اسمارا نے سر اثبات میں ہلا�ا۔

اسے یہ باتیں بہت بار بتابی گئی تھیں مگر آج اسے ان کی اہمیت بھی پتہ چل رہی تھی۔۔۔

اس نے اپنی زندگی کا بہت وقت صرف اپنی زندگی کو کوئے میں گزارا۔ وہ خود ترسی کا شکار تھی۔۔۔

☆☆☆☆☆

اسمارا منزہ کے ساتھ کھانا بنانے میں مصروف تھی۔۔۔ ان دونوں کے چہروں پر خوشی واضح تھی۔

"آپ نے کال کی تھی مسمیہ کو؟"

اس کے سوال ہر منزہ نے ہای بھری۔۔۔

"حدیقہ سکول سے واپس آجائے تو وہ اس کو ساتھ لیتی آئے گی۔۔۔"

اسمارا نے سر اثبات میں ہلا�ا۔

اس کے والد اسے ملنے آرہے تھے۔۔۔ انہوں نے دوسری شادی کر لی تھی۔۔۔ مگر اسما را کو اس سے کوئی مسئلہ نہیں چلا۔۔۔ وہ اپنے والد کیلئے خوش تھی۔۔۔

کچھ مہینے پہلے اس نے وہ ڈائری پڑھی تھی۔۔ مسمنے نے جہاں تک اسے کہانی سنائی تھی اس سے آگے ایک لفظ نہیں بولا تھا۔۔ اس کا کہنا تھا۔۔ کہ اس کے بعد اس کی زندگی کا اگلا حصہ شروع ہوتا ہے۔۔ اور وہ حصہ پڑھنے کیلئے اسما را کو کافی جدوجہد کرنی ہو گی۔۔

اسما را بخاموش نہیں رہتی تھی۔۔ یونیورسٹی میں اس کی بہت سی دوستیں تھیں۔۔ اس سب میں وہ مسمنے کی نصیحتوں کی وجہ سے اللہ کو بھولی نہیں تھی۔۔
وہ سکون میں تھی۔۔ اور سکون کبھی اللہ سے دور رہ کر حاصل نہیں ہوتا۔۔

میرے برداشت کی اتنی وسعت نہیں کہ تیرے امتحان کو پورا کر سکوں۔ لیکن تیرے فضل کی وسعت تو لا
محدود ہے۔۔

از قلم زہرہ فاطمہ



ادھوری دعا

آج اس کا یونیورسٹی میں پہلا دن تھا مگر اس کے چہرہ پر مسکراہٹ کہیں بھی نہیں تھی۔ بلکہ مسکراہٹ کی جگہ غصہ کی اشارت تھے۔ وہ کتنے ہی لوگوں سے ڈیپارٹمنٹ کا پوچھ چکی تھی مگر وہ پھر دوبارہ سے اسی جگہ پر پہنچ جاتی۔ وہ تپے ہوئے انداز میں ہی ایک لڑکے کے پاس گئی تھی جو سکون سے کھڑا موبائل دیکھنے میں مصروف تھا۔

"آئی ٹی ڈیپارٹمنٹ کہاں ہے؟"

آواز میں چڑھا خص تھی۔ لڑکے نے پہلے پورا اس کا معاونہ کیا پھر بولنے کے لیے لب کھولے۔
"سامنے سے رائٹ"

وہ جواب دیتا ہاں سے چلا گیا تھا۔ لڑکی نے اسے نظر انداز کیا اور آگے کی جانب بڑھ کر دوبارہ ایک لڑکی کو روک کر وہی سوال کیا۔

"یہاں سے لیفت پھر رائٹ اور پھر رائٹ"

اس نے اس کی بات پر گردن موڑ کر پیچھے غصہ سے دیکھا پھر لڑکی کا شکریہ ادا کرتی آگے چلی گئی مگر وہ پھر واپس وہیں آگئی تھی۔ اس کے سر میں صحیح معنوں میں درد شروع ہو گیا تھا۔ وہ باغ میں بنے بنیخ پر جا کر بیٹھنے لگی تھی جب اس کی نظر دوبارہ اسی لڑکے پر پڑی مگر اس کے ساتھ اب کوئی اور بھی کھڑا ہوا تھا۔ وہ غصہ سے اس کے پاس گئی۔

"آپ نے مجھے غلط ڈائریکشن کیوں دی تھی؟"

سر درد کے باعث وہ اوپھی آواز میں بول رہی تھی۔ لڑکے نے سنجیدگی سے اسے دیکھا تھا۔

"میرے پاس کوئی وجہ نہیں ہے آپ کو غلط ڈائریکشن دینے کی"

لڑکے نے سپاٹ لہجہ میں کہا تھا۔

"بیمار سے بات کرلو"

اس کے ساتھ کھڑے لڑکے نے سرگوشی میں اسے کہا تھا جس پر اس نے اسے گھورا تھا۔

"آپ کو کہاں جانا ہے؟"

اب کی بار ساتھ کھڑے لڑکے نے پوچھا تھا۔

"آئی ٹی ڈپارٹمنٹ"

"آئیے ہم چھوڑ دیتے ہیں"

وہ اس کو راستہ بنانے کے بجائے اپنے ساتھ آنے کا کہہ چکا تھا۔

"آپ لائن مارہے ہیں"

اس کے لہجے میں حیرت تھی جس پر وہ ہنسا تھا اور دوسرا لڑکے نے اسے عجیب نظر وں سے دیکھا تھا۔

"ہمہاااگر میں سنگل ہوتا تو ضرور مارتا مگر میں شادی شدہ ہوں"

اب کی بار اس نے مزید حیرانی سے اسے دیکھا تھا۔

"اب چھوڑ دوں؟"

اس نے اجازت طلب کی تھی۔ لڑکی نے اثبات میں سرہلایا تھا۔ وہ دونوں آگے چل رہے تھے جبکہ وہ ان کے پیچے پیچے۔

"آپ کا نام کیا ہے؟"

لڑکی نے چلتے چلتے پوچھا تھا کیونکہ وہ بور ہو رہی تھی۔

"اڑلان۔۔۔۔۔ اور آپ کا نام کیا ہے۔۔۔۔۔ ویسے بھی آپ ہمارے ڈیپارٹمنٹ کی ہیں"

اڑلان نے وضاحت دی تھی جبکہ اس کے ساتھ چلتا ہوا لڑکا موبائل پر لگا ہوا تھا۔

"زرنب"

اس نے پہلے کے مقابلہ میں ختم سے جواب دیا تھا۔

"اور یہ جو آپ کے ساتھ کھڑوس انسان کھڑے ہیں ان کا کیا نام ہے؟"

اسے ساتھ والے لڑکے میں دلچسپی ہو رہی تھی۔ پتہ نہیں کیوں۔ اس کے سوال پر اذلان نے پہلے اسے دیکھا پھر ہش دیا۔

"شازم نام ہے اس کھڑوس انسان کا"

"نام تو اچھا ہے۔۔۔ دل بھی اچھا ہی رکھ لیتے"

وہ ہنسنے ہوئے مذاق کر گئی تھی جس پر شازم نے اذلان سے کچھ کہا اور وہاں سے چلا گیا۔ اذلان زرنب کو کلاس تک چھوڑ کر آیا تھا۔ زرنب کا آج پہلا دن تھا وہ بھی تھکا دینے والا۔

☆☆☆☆☆

اس کو یونیورسٹی میں آئے ہوئے ابھی کچھ ہی دن ہوئے تھے۔ اذلان اور شازم اسی کی کلاس کے تھے مگر شازم سے اس کی دوبارہ بات پھر بھی نہیں ہوئی تھی۔ آج اس کی پریزینٹیشن تھی مگر بیمار ہونے کی وجہ سے اس نے تیاری نہیں کی تھی اور سرنے اسے پریزینٹیشن دینے کے لیے بala یا تھا۔ ویسے پورا سال نہیں بلا یا جاتا مگر جس دن تیاری نہ ہوا س دن سب سے پہلا نام ہی آپ کا ہوتا ہے اور زرنب کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔
"سر میں نے تیاری نہیں کی"

اس نے جھکے ہوئے سر کے ساتھ کہا تھا۔

"پریزینٹیشن پھر بھی دینی ہے"

سب کی نظریں زرنب پر تھیں۔ سر کی بات پر اس کی آنکھیں نم ہو گئی تھیں۔ ناجانے کیوں؟
"آپ روکیوں رہی ہیں؟ میں نے تو آپ کو کچھ کہا ہی نہیں ہے؟"

مرنے جیرت سے پوچھا تھا۔

"سرمیری سچ میں تیاری نہیں ہے"

اس نے روتے ہوئے ہی جواب دیا تھا۔ مرنے پوری کلاس میں نظریں گھمائی تھیں۔

"آپ شازم کے پاس جائیں۔ دسمٹ میں سمجھیں اور آکر پریز میٹشیشن دیں"

زرنب نے چہرہ اٹھا کر شازم کو دیکھا تھا جس کے چہرہ پر کوئی تاثر نہیں تھے۔ وہ اپنی کتاب لے کر اس کے پاس چلی گئی تھی۔ شازم کلاس کے بریلینٹ بچوں میں سے تھا اور یہ بات سب پر کچھ ہی دنوں میں واضح بھی ہو گئی تھی۔
"آپ رو لیں یا پڑھ لیں"

شازم کو اس کے رونے سے چڑھ ہوئی تھی۔ زرب نے فوراً سے آنکھیں صاف کی تھیں۔ وہ اس سردا انسان سے کچھ بول کر کرتی بھی کیا۔

☆☆☆☆☆

زرنب کے دل میں شازم کے کیے ایک الگ گوشہ پیدا ہو گیا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ نہ شازم اس سے بات کرتا ہے نہ کچھ پھر بھی وہ اس کے دل میں بستا ہی چلا جا رہا تھا۔ وہ کلاس میں داخل ہوئی تو وہاں شازم کے علاوہ کوئی بھی موجود نہیں تھا۔ وہ خاموشی سے اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ گئی تھی مگر نظریں اور دل دونوں شازم پر تھے۔ اس نے کتاب کھول کر پڑھنا شروع کر دیا تھا مگر دیہان بھٹک ہی نہیں رہا تھا۔ اس نے غصہ سے کتاب بند کی اور شازم کے سامنے چلی گئی۔ شازم نے نظریں اٹھا کر بھی اسے نہیں دیکھا تھا۔

"مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے"

اس نے جذباتی لہجہ میں کہا تھا
"کہیں!"

آواز میں کوئی تاثر نہیں تھا۔

"آپ مجھے اچھے لگتے ہیں"

زرنب نے ساری ہمت جوڑ کر کہا تھا۔ شازم نے غصہ سے اسے دیکھا پھر وہاں سے بیگ اٹھا کر چلا گیا۔ زرنب کو برا لگا تھا مگر وہ اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ گئی تھی۔ اب یہ اس کا معمول بن گیا تھا۔ وہ روز شازم کو اس بات کی یاد دہانی کرواتی۔ روز اس کو اپنی محبت کا لیقین دلاتی مگر شازم اسے ہمیشہ نظر انداز کرتا۔ وہ آج اپنی کلاس فلیو کے ساتھ بیٹھی ہوئی اس سے اسی بات کا ذکر کر رہی تھی۔

"زہر مجھے سمجھ نہیں آتا میں کیا کروں؟"

اس نے تھکھے ہوئے لبجہ میں کہا تھا۔

"تم اسے کتنا چاہتی ہو؟"

"جننا کوئی کسی کو چاہ سکتا ہے"

"اتنا کہ سیلف رسپیکٹ بھی خراب ہو جائے؟"

اس نے شازم کے رویے پر یہ بات کہی تھی۔

"ہم کوئی مسئلہ نہیں پھر بھی"

"زرنب! سیلف رسپیکٹ ہمیشہ پہلے ہونی چاہیے اور ویسے بھی وہ تمہیں بالکل نہیں چاہتا ہے۔ چھوڑو!"

آخری لفظ زرنب کے دل پر ہتوڑے کی طرح لگا تھا۔

"میرے لیے سب سے پہلے وہ ہیں اور مجھے پتہ ہے وہ مجھے نہیں چاہتے ہیں"

"آپ کے لیے سب سے پہلے وہ تب ہونا چاہیے جب وہ بھی آپ کو چاہتا ہو۔ جب وہ چاہتا ہی نہیں تو پہلے وہ کیوں

ہے؟"

"پتہ نہیں"

اس کے جواب پر زہر اనے نفی میں سر ہلایا اور وہاں سے چلی گئی۔ فلماں وہ یہی کر سکتی تھی۔

☆☆☆☆☆

"لکسی ہوزرنب؟"

زہر انے فکر مندی سے پوچھا تھا۔

"زندہ ہوں"

"میں نے حال پوچھا ہے"

"بس زندہ ہوں کافی ہے"

"نہیں یہ حالت ہے اور میں نے حال پوچھا ہے"

"ٹھیک ہوں"

اس نے آہ بھرتے ہوئے کہا تھا۔

"اچھی بات ہے-----"

"میرا دل پھٹ رہا ہے زہر----- میں کیا کروں؟"

"اسے بھول جاؤ"

زہر انے آرام سے جواب دیا تھا۔

"میں اسے تہجد میں مانگتی ہوں مگر وہ ہے کہ ایک دفعہ مڑکر دیکھ لے"

"زرنبا اس نے آج تک کسی لڑکی سے دوستی نہیں کی ہے پھر تم کیسے امید لگا سکتی ہو؟"

زہر آج پھر اسے سمجھا رہی تھی۔

"وہ میرا ہے تو امید کیسے نہ لگائیں؟"

"سوچ لینے سے کوئی کسی کا نہیں ہو جاتا اور زبردستی کچھ حاصل نہیں ہوتا"

"پھر تم بتاؤ میں کیا کروں؟"

"اسے قربان کر دو۔۔۔ اللہ کے لیے۔۔۔ اللہ کو پسندیدہ چیزیں قربان کرنا پسند ہے۔

وہ اس کے بدلہ بہترین تخفہ دیتا ہے "زرنب نے زخمی آنکھوں سے اسے دیکھا تھا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ میں ان سے معافی مانگ کر انھیں قربان کر دوں گی"

"معافی کس لیے؟"

زہر اجائنا کے باوجود انجان بنی تھی۔

"میں نے بد تمیزی کی تھی۔ وہ اپنی بہن سے مل رہے تھے اور میں نے غلط سمجھ کر بد تمیزی کر دی۔ بس اس لیے"

"ٹھیک ہے"

زہر انے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا تھا۔

اگلے دن وہ یونیورسٹی نہیں گئی تھی بلکہ گھر پر ہی رکی ہوئی تھی۔

"بینا مجھے تم سے بات کرنی ہے"

زرنب کی نانی جان کمرہ میں آتے ہوئے بولی تھیں جس پر وہ ان کی جانب متوجہ ہوئی تھی۔ زرنب کے والدین کا

انتقال اس کے بچپن میں ہی ہو گیا تھا۔

"بھی نانی جان"

وہ بغیر مسکرائے بولی تھی۔

"میں تم سے کب سے کہہ رہی ہوں شادی کرو۔۔۔ میری زندگی کا کچھ نہیں پتہ۔ آج رشتہ والے آئے

ہیں۔۔۔ میں ہاں کر دوں؟"

انھوں نے پیار سے پوچھا تھا مگر زرنب نے کوئی تاثر نہیں دیا تھا۔ اس کے پہلے بھی بہتر شستے آچکے تھے مگر وہ

ہمیشہ انکار کر دیتی تھی۔ "آپ کی مرضی ہے" اس نے آنکھوں کی نئی چھپاتے ہوئے کہا۔ نانی جان نے مسکرا کر

اسے دیکھا اور وہاں سے چلی گئی۔

ان کے جاتے ہی وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔



آج وہ یونیورسٹی تھکی تھکی سی گئی تھی۔ ابھی وہ کلاس میں داخل ہوئی ہی تھی کہ اذلان اس کے سامنے آیا۔
"کیسی ہیں آپ؟"

اس نے خوشی سے بھرے لہجہ میں پوچھا تھا۔

"ٹھیک ہوں آپ کیسے ہیں؟"

"میں بہت خوش ہوں اور آپ کو بہت بہت مبارک ہو"

زرنب نے اسے حیرت سے دیکھا تھا۔

"کس چیز کی؟"

"شازم سے رشته کپہ ہو گیا ہے اس چیز کی"

زرنب کو لگا تھا وہ مل نہیں پا گئی۔ اس نے حیرت سے اذلان کو دیکھا تھا۔ اس کے کہے ہوئے الفاظ پر یقین
نہیں آ رہا تھا مگر اسے پھر زہر اکی بات یاد آئی تھی۔

"اسے قربان کر دو۔۔۔ اللہ کے لیے۔۔۔ اللہ کو پسندیدہ چیزیں قربان کرنا پسند ہے۔ وہ اس کے بدله بہترین
تحفہ دے گا۔"

وہ ابھی بھی بے یقین تھی۔ اس نے مسکرا کر کر اذلان کو دیکھا اور خیر مبارک کہتی وہاں سے باہر چل گئی۔ اس نے
شازم کو قربان کر دیا تھا مگر اللہ نے اسے بہترین تحفہ کے بدله شازم دے دیا تھا۔ اس نے اللہ سے اسے مانگنا
چھوڑ دیا تھا مگر اس کی ادھوری دعائیں اللہ نے سن لی تھیں۔ وہ بہت خوش تھی۔ بہت۔ اللہ اپنے بندے کی دعائیں
اور قربانیاں راسگاں نہیں جانے دیتا۔ اس کی دل کی بات بھی سن لی گئی تھی۔ اس کی قربانی قبول ہو گئی تھی۔ اس
کی ادھوری دعائیں پوری گئی تھیں۔



آج اس کا نکاح تھا۔ شازم مگنی نہیں کرنا چاہتا تھا اس وجہ سے ایک ہفتہ بعد نکاح کا انتظام کیا تھا۔ نکاح مسجد میں تھا اور وہاں کچھ لوگ ہی موجود تھے۔ قاضی صاحب نے ان دونوں کا نکاح پڑھایا تھا۔ مسجد میں مبارک باد کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ زربہ اور شازم نے شگرانے کے نفل مل کر ادا کیے تھے۔ نفل پڑھ کر وہ دونوں ابھی مسجد سے باہر آئے ہی تھے کہ اذلان اس کے سامنے آیا۔

"اہم اہم"

اس نے گلہ کھکھارنے کی ایکنگ کی تھی جس پر زربہ ہنسی تھی۔
"بھائی اب قدر کر لینا۔ اتنی محبت کرنے والی لڑکی ملی ہے"
اذلان کو آج نگ کرنے کا موقع مل گیا تھا۔

"قدر کی ہے تب ہی نکاح میں ہے۔ قدر نہ کی ہوتی تو نکاح میں نہ ہوتی"

اس کی بات پر اذلان نے حیرت سے اسے دیکھا تھا جبکہ زربہ نے محبت سے اس کی جانب دیکھا تھا۔
"ابھی کچھ ہی مٹھ ہوئے ہیں اور بھائی صاحب شاعر بھی بن گئے ہیں"

اذلان کے جملہ پر شازم نے بس اسے گھورا تھا۔ زیادہ بولنے کا وہ ویسے بھی عادی نہیں تھا۔ فضاء میں آج دلوں گوں کے حلال رشتہ میں بند ہنے کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ آج دل سے ہنسنے کی آوازیں فضاء میں گونج رہی تھیں۔ آج یہ بات سچ ہو گئی تھی کہ اللہ اپنے بندے کے نکلے الفاظوں اور دی ہوئی قربانیوں کو ضائع نہیں کرتا۔ بے شک وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ بے شک وہ مجرہ کرنے والا ہے۔

از قلم عفیرہ محمد



سوز یقین

گاؤں میں ہر جانب قحط کا سماں تھا۔ بار شیں نہ ہونے کی وجہ سے سارے کھیت سوکھ رہے تھے۔ تپنی دو پھر میں جب گاؤں والوں کے پاس سردار کا پیغام پہنچا تو وہ تپنی اٹھے۔

"اے میاں!!!! تمین بوری کا ہے ماںگ رہے ہو؟؟ ہم کوہی تپنی ڈالو!! پھر جورو پیہ آئے اس سے سردار کا پیٹ پال لیتا!!"

گاؤں کے مرد ایک جگہ جمع ہو کر اپنی پر اپنی بھڑاس نکال رہے تھے۔

"چچا آپ بیٹھ جائیں--- میں جا کر سردار سے بات کروں گا--- ہمیں ان کی ماںگ قبول نہیں ہے---"

اسی ہجوم میں سے ایک لڑکا اپنی نیلی آنکھوں میں امید لیے بولا۔ وہ بوڑھا شخص اس کی بات سن کر بیٹھ گیا۔ وہ لڑکا اسی وقت وہاں سے چلا گیا۔

☆☆☆☆☆

اسے حویلی کے باہر کچھ دیر انتظار کرنا پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک آدمی آیا۔

"آ جاؤ اندر!!"

وہ اس آدمی کے پیچھے جانے لگا۔ وہ ایک عالیشان حویلی تھی۔ ایسا نہیں تھا کہ وہ اس حویلی میں پہلی بار آیا تھا مگر وہ اپنے اندر ایک عجیب کشش رکھتی تھی۔ اس کی کپی دیواریں دیکھ کر بے ساختہ اس کے ذہن میں گاؤں کے کچے گھروں کا حلیہ گوم گیا جو اس حویلی کے سامنے ادنی ساد رجہ بھی نہیں رکھتے تھے۔

"آوباسل!!! کیسے آنا ہوا؟؟"

سامنے تخت پر بیٹھے اس لڑکے نے کہا جو اسی کا ہم عمر تھا مگر اس پر پیسے اور شہری تعلیم کا غرور تھا۔

"آپ نے چاول کی ایک بوری کے سجائے تین بوریوں کی مانگ کی ہے صاحب!! ہم غریب آپ کی یہ مانگ پوری نہیں کر سکتے۔ اگر ہر آدمی اپنی تین بوریاں آپ کو دے گا تو اس کے پاس کیا بچے گا صاحب؟؟؟"

باسل نے انتہائی لمحہ میں کہا۔ وہ اس کی بات پر مسکرا یا تھا۔

"تم چاہتے ہو میں اپنی بات واپس لے لوں؟؟؟"

اس کی بات پر باسل نے اثبات میں سر پلا یا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ تمہیں موقع دیتا ہوں۔۔۔"

وہ تخت سے اتر کر اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"تمہیں میرے ساتھ تیر اکی کامقابلہ کرنا ہو گا!! بولو منظور ہے؟؟؟"

باسل اس کی بات پر سوچ میں پڑ گیا۔

"بولو باسل!!! اگر تم نے مجھے ہر ادیاتو میں نام گاؤں والوں کا لیکس معاف کر دوں گا۔۔۔ پھر تین توکیا ایک بھی

بوری چاول کی نہیں لوں گا۔ بلکہ ہر سال میں تین بوریاں ہر کسان کو دوں گا۔۔۔ بولو منظور ہے؟؟؟"

وہ جانتا تھا کہ باسل کو تیر اکی کی الف بے بھی نہیں پڑتے تھی اس نے ایسا مقابلہ رکھا۔

"صاحب مجھے تو یہ کھیل نہیں آتا!!"

"یہ تمہارا مسئلہ ہے باسل!! چلو تمہیں وقت دیتا ہوں۔۔۔ ایک مہینہ ہے تمہارے پاس۔۔۔ اس کھیل کو سیکھو اور مجھے ہر اکارپنی قسمت کا دروازہ کھولو!!"

اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ تھی ایک لڑکی سیڑھیوں سے اترنی ان کی جانب آئی۔

"اوہ یلویشال!! اس سے ملویہ باسل ہے۔۔۔ ہمارے گاؤں کا سب سے ہونہار لڑکا۔۔۔"

اس نے باسل کی طرف اشارہ کر کے کہا جس پر یشال نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"یہ میری بہن ہے!! آج ہی شہر سے آئی ہے۔۔۔"

باسل نے سر کو خم دے کر اسے سلام کیا۔

"ہاں تو بولو منظور ہے؟؟؟"

"جی!! آپ کی شرط منظور ہے مجھے--"

باسل نے پر اعتماد لبھج میں کہا تو وہ ہنسا۔

"گلڈک!!"

اس نے دروازے کی جانب اشارہ کر کے اسے جانے کا کہا۔ باسل اثبات میں سر ہلاتا وہاں سے چلا گیا۔ قدرت نے اسے موقع دیا تھا۔ اسے اس موقع سے فائدہ اٹھانا تھا۔

☆☆☆☆☆

"تھارے کو ضرورت کیا تھی حامی بھرنے کی؟؟ تیر اکی تو آتی نہیں تھارے کو؟؟؟"

اس نے واپس آ کر جب گاؤں والوں کو بتایا تو وہ اس سے سخت ناراض ہوئے تھے۔

"چھامیرے پاس ایک ماہ ہے میں سیکھ لوں گا۔"

اس نے وضاحت دی۔

"کون سکھائے گا تیکو یہ تیر اکی--- ایہاں تو کسے کو نہیں آتی---"

ایک اور شخص بول اٹھا تھا۔

"کچھ سیکھنے کی لگن ہونی چاہیے بچا!! سکھانے والا خدا ہے۔ ٹھوکریں کھا کر سیکھ ہی لوں گا۔ خوش قسمتی نے اگر

ہمارے دروازے پر دستک دی ہے تو میں اسے واپس نہیں جانے دوں گا۔"

وہ پر امید تھا۔

"تھاری عقل گھاس چڑنے گئی ہے باسل!! او شہری لو نڈا ہے۔۔۔ او کو یہ سب آتا ہے۔۔۔"

"چھا مجھے خدا کے بعد اپنے اوپر پورا بھروسہ ہے۔۔۔ اس سال کسی کو اپنی بوریاں نہیں دینی پڑیں گی۔۔۔"

اس کی آنکھوں میں چمک تھی۔ کچھ سیکھ کر اپنا آپ منوانے کی چمک!!

"تھارے سے ناہو پادے گابا سل!!"

"ٹھیک ہے چپا!!" وہ اٹھ کر وہاں سے چلا گیا۔

☆☆☆☆☆

وہ گاؤں میں بننے والی نہر کے پاس بیٹھا تو قہقہے سے اس میں پتھر چینک رہا تھا جب اس کے ساتھ اس کا چھوٹا جھانی آکر بیٹھا۔

"جھانی!! کیا سوچ رہے ہو؟؟"

اس نے معموم سے انداز میں سوال کیا۔

بہنی سوچ رہا ہوں کہ کیسے جیتوں گا یہ مقابلہ؟"

"مگر آپ تو یہ کھلیل نہیں کھلنے والے تھے؟؟"

اس نے بھنوں سکیر کر سوال کیا۔

"تمہیں کس نے کہا؟؟"

آپ ہی شفیق چچا کو کہہ کر آئے تھے ٹھیک ہے۔ تو مجھے لگا کہ شاید---"

اس نے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی تو باسل زخمی سامسکر ایا۔

"کچھ بتیں ایسی ہوتی ہیں جن کے جواب میں ہم محض ٹھیک ہے کہہ دیتے ہیں لیکن وہ کسی بھی لحاظ سے ٹھیک نہیں ہوتیں۔ میں ان سے بحث نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے ایسا کہا۔— مگر میں اپنے فیصلے سے پچھے نہیں ہٹا۔— میں یہ مقابلہ جیت کر دھماؤں گا۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا پھر کچھ سوچتے ہوئے اس نے نہر میں چھلانگ لگادی۔

☆☆☆☆☆

"اڑےے!! کیا کر رہے ہو ؟؟"

وہ نہر میں تھا جب ایک نسوانی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔ اس نے پانی سے سر باہر نکلا۔ ماتھے پر چپکے ہوئے بالوں کو اس نے ہاتھ سے پیچھے کیا۔ پھر نہر سے باہر نکل آیا۔
"کوشش !!"

اس نے یک لفظی جواب دیا۔

"کس چیز کی ؟؟"

"تیر کی سکینے کی-- آپ کے بھائی سے مقابلہ جو کرنا ہے---"

وہ اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔

"مقابلہ کیوں ؟؟"

یشال کے سوال پر وہ چند لمحے اسے دیکھتا رہا۔ پھر پوری بات اس کے گوش گزار کر دی۔
"تو-- میں سکھاؤں تمہیں سوئنگ ؟؟"

یشال نے اس کی پوری بات سننے کے بعد مسکرا کر پوچھا۔ باسل نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"آپ کیوں اتنی مہربان ہو رہی ہیں ؟؟"

یشال ایک لمحے کے لیے سٹپٹا گئی مگر جلد ہی اس نے خود کو کمپوز کر لیا۔
"کیونکہ میں جانتی ہوں کہ بھیا زیادتی کر رہے ہیں اس لیے تمہاری مدد کرنا چاہتی ہوں--
باسل اس کی بات پر مسکرا یا۔

"آپ اپنے بھائی سے بہت مختلف ہیں میدم !!"

وہ کھکھلاتی۔

"یشال بولو مجھے--- میدم نہیں ہوں میں تمہاری-- چلو اٹھو۔-- تمہیں سکھاتے ہیں۔"

وہ مزے سے بولی۔

"سب سے پہلے تمہیں پانی کے اندر اپنا سانس روکنا آنا چاہیے۔۔۔ چلو اندر جاؤ اور منہ پانی کے اندر کرو میں جب تک دس نہ گنوں باہر مت آنا۔۔۔"

وہ کسی پرو فیشل کی طرح اسے ہدایت دے رہی تھی۔۔۔ باسل نے اثبات میں سر ہلاتے نہر میں چھلانگ لگادی۔

"ایک۔۔۔ دو۔۔۔ تین۔۔۔ چار۔۔۔ پ"

اس سے پہلے کہ وہ پانچ پورا کرتی باسل نے ہانپتے ہوئے منہ باہر نکلا۔

"تمہیں دس کہا تھا تم تو پانچ تک بھی نہیں رکے چلووا پس۔۔۔"

اس نے حکمیہ لجھ میں کہا۔۔۔ باسل لمبی سانس لے کر واپس پانی میں گیا۔

"ایک۔۔۔ دو۔۔۔ تین۔۔۔ چار۔۔۔"

چار کرنے کے ساتھ ہی باسل نے پانی سے منہ باہر نکلا۔۔۔ اس کی سانس پھولی ہوئی تھی۔

"اہنہ!! تم نہیں کر سکتے باسل!! میرا بھائی سونمنگ میں ایک پرست ہے۔۔۔"

اس نے افسوس سے کہا۔

"آپ مجھے غیرت دلار ہی ہیں یشال میڈم۔۔۔ اب گئیں۔۔۔ باسل چوبان آپ کو دکھائے گا کہ وہ کیا کر سکتا ہے۔۔۔"

وہ کہتے ساتھ ہی پانی میں چلا گیا۔۔۔ یشال کو اس کی یہی بات تو اچھی لگی تھی۔۔۔ وہ ہار نہیں مانتا تھا۔

"ایک۔۔۔ دو۔۔۔ تین۔۔۔ چار۔۔۔ پانچ۔۔۔ چھ۔۔۔ سات۔۔۔ آٹھ۔۔۔ نو۔۔۔ دس۔۔۔"

گنتی پوری ہو چکی تھی مگر باسل پانی سے باہر نہیں آیا۔۔۔ یشال نے مسکرا کر آگے گئنا شروع کیا۔

"گیارہ۔۔۔ بارہ۔۔۔ تیرہ۔۔۔ چودہ۔۔۔ پندرہ۔۔۔ سولہ۔۔۔ سترہ۔۔۔ باسل بس کرو باہر آ جاؤ۔۔۔"

اب اسے سہی معنوں میں فکر ہونے لگی تھی۔

"باسل باہر آ جاؤ پلیز--- تم ٹھیک ہو؟؟"
وہ اسے آوازیں لگا رہی تھی۔

"تم ٹھیک ہونا؟؟ بہت ہو گیا ہے پلیز باہر آ جاؤ-----"
وہ روئے والی ہو گئی تھی۔

اس سے پہلے کہ وہ مدد کے لیے کسی کو بلاقی اچانک پانی کی آواز نے اسے متوجہ کیا۔ وہ اس سے بہت دور پانی میں
سے چہرہ باہر نکالتے ہوئے ماتھے سے بال پیچھے کر رہا تھا۔ وہ فوراً اس کے سر پر پہنچی۔
"اب بتائیں یشال میڈم! باسل چوہان کیا کر سکتا ہے؟؟"
وہ مسکراتے ہوئے ایک ادا سے بولا۔

"تمہارا دماغ خراب ہے! اگر کچھ ہو جاتا تو؟؟؟ بس بہت ہے آج کے لیے اٹھو گھر جاؤ اپنے۔۔۔ شام ہو رہی ہے۔"
وہ اس کو گھورتے ہوئے بولی۔

"میڈم شام ہو رہی ہے تو آپ اپنے گھر جائیں۔۔۔ میں لڑکا ہوں اور یہیں پلا بڑھا ہوں۔۔۔ یہاں کے راستوں کو
خوبی جانتا ہوں۔۔۔ ہاں مگر آپ اگر یہاں کو گئیں تو جنگلی جانوروں کی تومونج ہو جائے گی۔۔۔"

وہ اس کو ڈر رہا تھا۔

"ج۔۔۔ جنگلی جانور؟؟؟"

وہ ہکلاتے ہوئے بولی تو باسل نے معصوم شکل بن کر اثبات میں سر ہلا�ا۔
"چلو پھر۔۔۔ کل اسی جگہ صبح گیارہ بجے ملتے ہیں۔۔۔"

وہ اس کو کہتی ہا تھہ ہلاتے ہوئے وہاں سے بھاگ گئی مبادا جنگلی جانوروں کی خوراک نہ بن جائے۔۔۔ باسل نے ہنتے
ہوئے نفی میں سر ہلا�ا۔



ایک ماہ پر لگا کر گزر گیا تھا۔ آج ان سب کی قسمت کافی صلہ ہونا تھا۔ یشال نے پورا ماہ باسل پر بہت محنت کی تھی۔ اسے یقین تھا کہ وہ اس کے بھائی کو ہر ادے گا۔ گاؤں میں ان کے مقابلے کے لیے مکمل انتظام کیا گیا تھا۔

"باسل یہ جوں پیو جلدی سے۔۔"

وہ تمام گاؤں والوں کی دعائیں سمیٹ رہا تھا جب یشال نے اس کے سامنے جوں کا گلاں کیا۔ "اگر آپ کے بھائی نے آپ کو مجھ پر مہربانیاں کرتے دیکھ لیا تو جانے کیا تماشہ ہو گا۔۔" اس نے یہاں وہاں نظر گھماتے ہوئے کہا۔

"اوہو۔۔ بھیا نہیں آئے ابھی۔۔ تم یہ جلدی ختم کرو اور میری باتیں دھیان سے سنو۔۔ سوئنگ کرتے وقت سامنے مت دیکھنا اپنا چہرہ نیچھے رکھنا۔۔ دوسری بات اپنے پیر زیادہ مت مارنا پانی میں۔۔ اور بار بار منہ باہر نکال کر سانس لینے کی ضرورت نہیں اور اپنے ہاتھوں کو کراس میں مت لانا۔۔ بلکل سیدھے ہاتھ رکھنا۔۔ اور جب خود کو پل کرو تو بازو سیدھے مت رکھنا۔۔ تھوڑے موڑ لینا۔۔ یہ سب باتیں ہماری پیٹی کو سلوکرتی ہیں۔۔ سمجھ آئی ہے یا نہیں باسل ؟؟"

تمام ہدایتیں دینے کے بعد اس نے پوچھا تو باسل مسکرا دیا۔

"آپ مجھے یہ ساری باتیں پچھلے دس دن سے سمجھا رہی ہیں یشال میڈم!! بھروسہ رکھیں اپنے سکھائے ہوئے پر۔۔"

اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے تسلی دی۔

"بھیا یہ سب کرتے ہیں اور تم بھی یہ غلطیاں بار بار کرتے ہو باسل اس لیے سمجھا رہی ہوں۔۔ میں نے بہت محنت کی ہے تم پر۔۔ اسے رائیگاں مت جانے دینا۔۔"

"بے فکر ہو جائیں یشال میڈم!! آپ کی ناک نہیں کٹنے دوں گا۔۔"

وہ مزاحیہ انداز میں کہتا دوسرا یہ جانب چلا گیا کیونکہ شاداب آچکا تھا۔

"تیار ہو پھر ہانے کے لیے دوست؟؟"

شاداب نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"جی تیار ہوں میں ہرانے کے لیے--"

وہ معنی خیز لمحے میں بولا۔ شاداب مسکرا یا۔

"زندگی میں سب سے زوردار تھپڑ تو قعات مارتی ہیں دوست--"

نجانے وہ اسے کیا باور کروانا چاہ رہا تھا۔

"جی!! لیکن وہ تو قعات جو دوسروں سے لگائی جائیں۔۔۔ وہ نہیں جو خود سے لگائی جائیں۔۔۔ جیسے آپ نے مجھ سے یہ

توقع کی ہوئی ہے کہ میں ہاروں گا مگر شاداب صاحب میری جیت آپ کے چہرہ پر بہت زوردار تھپڑ مارے گی

انشاء اللہ !!!

وہ مسکراتے ہوئے اسے بہت کچھ باور کروا گیا۔ تجھی سائزِ بجا۔ شاداب نے اپنی پوزیشن سنبھال لی۔۔۔ یہی

ٹے ہوا تھا کہ شاداب پہلے جائے گا اور باسل بعد میں۔ اور جو کم وقت میں مکمل کرے گا وہی جیتے گا۔

دوبارہ سائزِ بجا تو شاداب نے پانی میں چھلانگ لگادی۔ باسل کی نظریں اسی پر گئی تھیں۔۔۔ وہ اس کی ہر حرکت

غور سے دیکھ رہا تھا۔

اپنی باری مکمل کرنے کے بعد وہ پانی سے نکل کر سیدھا باسل کے پاس آیا۔ وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے ڈر رہا

تھا مگر ان نیلی آنکھوں میں کوئی خوف نہیں تھا۔

"گذلک دوست!!"

وہ طنز سے کہتا آگے بڑھ گیا۔ باسل نے ایک نظر وہاں کھڑے تمام گاؤں والوں پر ڈالی۔ ان سب کی نظروں میں

امید، یقین تھا جسے وہ توڑنا نہیں چاہتا تھا۔

پھر اس نے رخ موڑ کر ایک نظر بیشال پر ڈالی جس نے اسے تھراپ کا اشارہ کر کے تسلی دی تھی۔ اس نے ایک
گھر اسنس خارج کیا۔

پھر آسمان کی جانب دیکھتے ہوئے "بِسْمِ اللّٰہِ" کہا اور پانی میں غوطہ لگادیا۔ سب کے لبوں پر اس کی کامیابی کی دعا
تھی۔ وہ بہت تیزی سے تیر ہاتھا گراچانک اس کے پیروں میں رسی جیسا کچھ پھنسا جس کی وجہ سے وہ مکمل پانی
میں جا پا گا تھا۔ شاداب یہ دیکھ کر مسکرایا جبکہ دوسری جانب بیشال اس کے لیے فلکر مند ہوئی تھی۔
"کیا ہو گیا سل!! کم آن۔۔۔ یو کین ڈو اٹ۔۔۔"

وہ پر بیشان سی منہ ہی منہ میں بڑھا ائی۔

دوسری طرف وہ پانی کی اندر اپنے پاؤں میں اڑی رسی کو نکالنے کی کوشش میں ہلاکا ہو رہا تھا۔ چار منٹ گزر چکے
تھے۔

"باسل کم آن۔۔۔ کیا کر رہے ہو یا رہے؟؟؟"
بیشال منہ ہی منہ میں بڑھا اتی جا رہی تھی۔

وہ مسلسل کوشش کر رہا تھا گروہ رسی نکلنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ اس کے کانوں میں مختلف آوازیں
گونج نہیں لگی۔

"تھارے سے نا ہو پاوے گا باسل !!!"

"تم نہیں کر سکتے باسل۔۔۔ میرا بھائی سوئنگ میں ایکسپرٹ ہے۔۔۔"

"میں نے بہت محنت کی ہے تم پر اسے رائیگاں مت جانے دینا۔۔۔"

"اگر تم نے مجھے ہر ادیا تو میں تمام گاؤں والوں کا ٹیکس معاف کر دوں گا۔"

کانوں میں مختلف آوازوں کے گونجے کے ساتھ ہی اس نے دل میں دعا کی۔

"اللہ!! مجھے رسولانہ ہونے دینا۔۔۔ مجھے اتنی طاقت دے کہ جو دعوے میں نے کیے ہیں پورا کر سکوں۔۔۔"

اس کا سانس اکھڑنے لگا تھا۔ اسے فوراً پانی کے اوپر جانا تھا مگر اس کے پاؤں میں چھینی رہی اسے یہ کرنے سے روک رہی تھی۔

"اللہ پیز باسل کوہار نے مت دینا۔"

یشال آنکھیں نیچے دعائیں کر رہی تھی جب ایک زور سے پانی کی آواز آئی۔

"اوہ اللہ تیر انکھر ہے۔"

اس نے باسل کو دیکھتے ہوئے جوش سے کہا جو دعائیں باہمیں سر ہلا رہا تھا۔

اس نے دوبارہ سے تیر نا شروع کیا۔

"ایک منٹ بچا ہے صرف باسل !!!"

وہ زور سے چھینی جکہ شاداب اس کی فکر مندی پر حیران ہوا تھا۔

کاؤنٹ ڈاؤن شروع ہو چکا تھا۔

"ٹین۔۔۔ نائن۔۔۔ ایٹھ۔۔۔ سیون۔۔۔ سکس۔۔۔ فاؤ۔۔۔ فار۔۔۔ تھری۔۔۔"

گنتی مکمل ہونے سے پہلے ہی باسل ایڈنگ لائیں کوہاٹھ لگا چکا تھا۔ اچانک دہان شور ساٹھا۔ یشال اپنی جگہ پر کھڑے کھڑے ہی اچھلتے ہوئے تالیاں بجانے لگی تھی۔

شاداب کی آنکھوں میں غصہ بھر آیا۔ باسل چلتا ہوا اس کے سامنے آکھڑا ہوا۔

"ویکھ لیں یشال میڈم !! آپ کی ناک کلنے نہیں دی میں نے۔۔۔ آپ کا بہت شکریہ اگر آپ مجھے پانی میں رہنے کی مشق ناکرواتیں تو میں آج آپ کے بھائی کی سازش کو ناکام ناکر پاتا۔ ویسے شاداب صاحب !! دوسیکنڈ بھی انسان کی زندگی میں کتنے اہم ہوتے ہیں نا؟؟؟"

اس کی مسکراہٹ شاداب کو زہر لگی۔ وہ اسے دو سیکنڈ سے ہارنے کا طعنہ دے رہا تھا۔

"یشال تم نے مجھے دھوکہ دیا۔۔۔ تم نے اپنے بھائی کو چھوڑ کر اس کی مدد کی؟؟؟"

وہ اس پر بر سما۔

"ہاں کیونکہ مقابلہ برابری والوں سے کرنا چاہیے آپ یہ بات بھول گئے تھے۔ آپ نے بھی چینگ کر کے سب کو دھوکا دیا ہے بھیا!!! تمہیں بہت مبارک ہو باسل!!"

وہ شاداب سے کہنے کے بعد مسکراتے ہوئے باسل کی جانب متوجہ ہوئی۔ گاؤں والے اسے گلے لگا کر اپنی خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔

ان کی قسمت بدل چکی تھی۔ جب اللہ چاہتا ہے سب بدل جاتا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ جوان تک نہیں ہو سکا وہ کبھی نہیں ہو گا۔ خدا کی ذات پر بھروسہ کرنا ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ جس منزل کا انتخاب عرش والے نے کر رکھا ہے اس تک پہنچنے سے تمہیں دنیا کا کوئی راستہ نہیں روک سکتا شرط صرف کوشش ہے۔

از قلم آمنہ و سیم



کامیاب رشته

چائے کا کپ تھا مے وہ اس چھوٹی سی سرخ اینٹوں والی صاف سترہی چھت پر بیٹھی سامنے رکھا تصاویر کا الیم دیکھ رہی تھی۔ مقدس پھوپھو اپنی جوانی میں کتنی حسین اور سب کی لادُلی تھیں یہ تصاویر میں بھی واضح تھا۔ وہ یک کے بعد دیگرے تصویریں دیکھنے میں مصروف تھی۔ "مجھے یقین نہیں ہو رہا اور شہ! پھوپھو اپنی تھیں اپنی جوانی میں۔" ایک تصویر میں مقدس پھوپھو کو اپنے بڑے بھائی کے ساتھ لاڑ کرتے دیکھ اس نے ورشہ سے پوچھا۔

"تمہیں تو معلوم ہے صدف! ان لوگوں کا گھرانہ اپنے زمانے کا سب سے رئیس گھرانہ تھا۔ اور اسی تھیں بھی تو اکلوتی۔" ورشہ نے کہہ کر چائے کی چکلی بھری۔ سورج غروب ہونے لگا تھا۔ وہ دونوں کافی دیر سے خوش گپیوں میں مشغول تھیں۔ اور اسی میں ورشہ پرانی تصاویر کا الیم نکال لائی تھی۔

"ویسے آپس کی بات ہے۔ آفرین ہے پھوپھو کی۔ اتنی پڑ آسائش زندگی گزار کر اس غربت میں بھی وہ خوشحال ہیں۔ کیسے ایڈ جسٹ کیا ہو گا؟" منہ پھٹ صدف نے صاف بات کہہ ڈالی۔ جس کا بر اور شہ نے بلکل نہ منایا۔ "تم خود دیکھ لینا صدف! آج رات جب ابو گھر آئیں۔ تمہیں خود یقین ہو جائے گا کہ امی نے ابو کے مشکل حالات میں بھی کیسے گزار کر لیا۔" اس نے کہا تو ورشہ نے تائید میں سر ہلا�ا۔



صدف اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے یہ دون ملک چل گئی تھی۔ مگر جب وہ گئی تھی تب مقدس پھوپھو کے حالات کافی اچھے تھے۔ ورشہ کے ابو ایک اچھی کمپنی میں مینیجر کی پوسٹ پر کام کرتے تھے۔ مگر جب صدف واپس آئی تو ورشہ کے گھروالوں کے حالات پہلے سے کافی مختلف تھے۔ محمود صاحب کی کمپنی پوری طرح سے ٹھپ ہو گئی

تھی۔ جس کے باعث انہیں بھی اپنی نوکری سے ہاتھ دھونا پڑا اور اس کے بعد وہ چھوٹی موتی جائز کر کے ورشہ اور مقدس پھوپھو کا خرچہ کسی نہ کسی طرح اٹھا رہے تھے۔ مگر حالات پہلے جیسے نہ رہے۔ اپنا بڑا گھر بھی انہیں محمود صاحب کے چھوٹے بیٹے کی بیماری کے باعث بیٹا پڑا۔ مگر ہوتا ہی ہے جو قسمت کو منظور ہو۔ ان کا چھوٹا صاحب زادہ نجح نہ سکا۔ کچھ رقم جوان کے پاس بچی تھی اس سے یہ گھر خرید لیا جس میں وہ اس وقت پر سکون زندگی گزار رہے تھے۔ اور صدف کو یہ جیرت تھی کہ نازوں میں پلی اس کی پھوپھو آخر کیسے اتنی غربت میں زندگی گزار رہی تھیں۔ جبکہ ان کی خود اری نے انہیں صدف کے گھروالوں کے سامنے اپنے حالات رکھنے نہیں دیے۔



رات کو کھانے میں محمود صاحب کے پسندیدہ کھانے کا اہتمام مقدس پھوپھونے خود کیا تھا۔ "پھوپھو آپ کیوں ہلاک ہو رہی ہیں۔ میں اور ورشہ بنائیتے کھانا۔" اسے یہاں آئے تیسرادن تھا۔ پھوپھو روز خود کھانا نہیں بناتی تھیں۔

"آج ورشہ کے بابا مجھ سے فرمائش کر کے گئے تھے کہ وہ کریلے قیمه کھائیں گے۔ اور ان کی پسند کا کھانا ہمیشہ میں خود بناتی ہوں اور مجھے اچھا بھی لگتا ہے یہ۔" پھوپھونے خوش دلی سے اسے کہا۔ اتنے میں محمود صاحب بھی گھر میں داخل ہوئے۔

"ورشہ بابا کو پانی دو۔" وہ فوراً بچن سے نکل کر صحن میں پڑے صوفوں پر آن بیٹھیں۔ جہاں محمود صاحب بھی کچھ شاپر رکھتے بر اجمان ہوئے تھے۔ انہوں نے شاپر مقدس پھوپھو کی جانب بڑھایا۔ پھوپھونے جلبی کے شاپر کو باہر سے ہی دیکھتے پہچان لیا۔

"آپ کو کیسے پتامیرا جلبی کھانے کا دل تھا؟" انہوں نے پوچھا۔ "آپ کے بولے بنائیشہ آپ کے دل کی بات جان لینے کافی ہے آپ کے شوہر کے پاس بیگم۔" محمود صاحب نے جواب دیا۔ صدف ان دونوں کی آپس میں محبت دیکھنے لگی۔ اس عمر میں بھی وہ ان سے بے تحاشہ محبت کرتے تھے۔

محمود صاحب نے ایک زر درنگ کا پھول اپنی بیوی کو پیش کیا۔ وہ جب بھی ان کی پسندیدہ چیز لاتے تو ساتھ میں زر درنگ کا پھول لازمی لاتے تھے۔ انہیں اپنی بیوی کی پسند کا سخوبی اندازہ تھا۔ صدف حیرانی سے انہیں دیکھنے لگی۔ اور ورشہ نے سہی کہا تھا سے اس کی الحصہ کا جواب مل گیا تھا۔ خوشحال گھرانے کے لیے پیاسا نہیں محبت اور عزت کی ضرورت ہوتی ہے۔ پھوپھو کو پھول تھام کر لکھلاتے دیکھ صدف مسکراتے وہاں سے ہٹ گئی۔ ان کی ہنسی خوشیوں سے بھر پور تھی۔

از قلم رحاب طاہر خان



مقصد آزادی

"کبھی کبھی کچھ لوگوں کو دیکھ کر میں اپنی حالت پر شکر ادا کرتی ہوں۔ اور میں یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتی ہوں کہ کیا یہ ہی ہے ہمارا مقصد؟"

یہ لکھتے زارانے سر اٹھایا اور ایک لمبی سانس کھینچی مو سیقی کا شوراب تک سنائی دے رہا تھا۔

"میرے ارد گرد موجود بہت سے لوگوں کے لیے یہ ایک عام بات ہے لیکن میرے لیے نہیں مجھے یہ سب اچھا نہیں لگتا۔"

زارا کا تعلق ایلیٹ کلاس سے تھا۔ ان کے بنگلے کے سامنے والا بگلا خالی ہی رہتا لیکن جب کوئی تھوار آتا جیسے 14 اگست یا نیو ائر نائٹ تو اس پر اس بنگلے کو خوب سجائتے اور اس میں جشن منایا جاتا۔ آج بھی صبح سے اس بنگلے میں گھما گھمی گئی تھی رات کی پارٹی کے لیے تیاریاں عروج پر تھیں۔ بنگلے کو بر قی قمقموں سے سجا�ا جا رہا تھا۔ وسیع

و عریض لان میں ایک طرف کھانے کا انتظام کیا گیا تھا اور دوسری طرف پارٹی کے لیے بڑے سپکر ز لگائے گئے
تھے۔

زارِ مغرب کی نماز ادا کر کے انٹھی تو تازہ ہوا کے لیے کھڑکی کے آگے کھڑی ہو گئی جہاں سے سامنے بنگلے میں
ہوئی ساری تیاریاں نظر آ رہی تھیں۔

عیشا کی اذان سے پہلے تیز مو سیقی شروع ہو چکی تھی۔ اور ہر گزر تے لمحے کے ساتھ ان کی آوازوں اور شور میں
مزید اضافہ ہوتا جاتا۔

رات کے بارہ بجے ان سب نے ملکر کاؤنٹ ڈاؤن شروع کیا۔۔

”10. 9. 8. 7. 6. 5. 4. 3. 2. 1.“

”پی انڈینڈنس ڈے“

اور اسی کے ساتھ تیز مو سیقی اور ڈانس شروع ہو چکا تھا۔

زارِ جانتی تھی کے دہاں نشے میں چورنا پتے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں ہیں اور یہ سب پوری رات چلنا ہے۔ وہ جانتی
تھی کہ دہاں جشن آزادی کے نام پر صرف اور صرف غافلی ہو رہی تھی۔

یہ کوئی نئی بات نہیں تھی ہر سال 14 اگست اس بنگلے میں یہ ہی ہوتا تھا۔ ساری رات نشے میں دھنٹ ناپتے گاتے
لڑکے اور لڑکیاں۔

یہ سب دیکھتے جیسے اس کا دل اچاٹ ہو چکا تھا۔ وہ اگر کسی سے کہتی کے یہ سب غلط ہے تو سب اسے کہتے تمہارے
خیالاتِ دیانوں کی ہیں۔ جب اس کی کوئی نہیں سنتا تو وہ اپنی ڈائری میں اپنے خیالات کا اظہار کرتی اور آج بھی وہ یہ
ہی کر رہی تھی۔

کیا ہم اس لیے آزاد کروائے گئے ہیں؟

کیا اتنے نوجوانوں نے اپنا ہواں لیے بھایا تھا؟

کیا اس وقت کی عورتوں نے اپنی جان اور عز توں کی قربانی اس لیے دی تھی؟
 کیا ہزاروں ماوں نے اپنے جگر کے ٹکڑوں کی جان کی قربانی اس لیے دی تھی؟
 کیا قائد اعظم نے اتنی جدوجہد اس لیے کی تھی؟
 کہ آنے والی نسلیں غفلت میں ڈوب کر اور انگریزوں کی پیروی کر کے خود کو بر باد کر ڈالیں۔
 کیا یہ بیان وہ اقبال کے شاعرین ہن کے لیے علامہ محمد اقبال نے ایک الگ اور آزاد اسلامی وطن کا خواب دیکھا تھا؟
 اسلام کے نام پر آزاد ہونے والے وطن میں اب فاشی عام ہو چکی ہے اور اگر کوئی اس سب کو غلط ٹھہر اتا ہو تو اس
 پر دنیا نو سی محیلات کی مہر لگا دی جاتی ہے۔
 زارا ہمیشہ سے ہی یہ سوچتی تھی کہ کیا یہ ہی ہے ہمارا مقصد؟

از قلم فرمیں ابراہیم



لَا تُقْنِطُو مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ

روزگناہ کرتا ہوں وہ چھپاتا ہے اپنی رحمت سے
میں مجبور اپنی عادت سے وہ مشہور اپنی رحمت سے
وہ مدرسے کی کوریڈور سے گزری کہ اسے مدھم سی سکیوں کی آواز سنائی دی فاطمہ نے مڑکر دیکھا وہ وہی تھی
اسی طرح سفید حجاب میں دمکتا خوبصورت پر نور چہرہ جو کہ اس وقت آنسوؤں سے ترخواہ اسی طرح مصحف کو گود
میں رکھے اسے پڑھتے ہوئے رورہی تھی دنیا و فیحہ سے بے خبر۔

فاطمہ کے قدم بے اختیار اس کی جانب بڑھے اس وقت مدرسے میں خاموشی تھی ابھی لڑکیاں آرہی تھی اکا دا کا
لڑکیاں تھیں وہ جلتی ہوئی اس تک آئی وہ اسی طرح ہنوز بیٹھی تھی وہ اس قدر قرآن پڑھنے میں مگن تھی کہ اسے
فاطمہ کے آنے کا پتا ہی نہ چل سکا وہ اسی طرح قرآن کے الفاظ پر نظریں جماٹے اسے پڑھنے میں مصروف تھی
فاطمہ چپ چاپ اس کے ساتھ وابی جگہ جو کہ خالی تھی وہاں بیٹھ گئی۔ مدرسے کے پرسکون ماحول میں پرندوں کی
چچھانے کی آوازیں آجائی ہلکی ہلکی ہوا بہت بھلی لگ رہی تھی کسی احساس کے تحت ظل ہمانے سر اٹھایا تو اسے
پاس کسی کی موجودگی کا احساس ہوا مصحف کو بند کرتے ہوئے اس نے جیرانی سے فاطمہ کو دیکھا پھر جلدی سے
اپنے آنسو صاف کیئے اور سر جھکا کر بیٹھ گئی گویا اس کی کوئی چوری پکڑی گئی ہو۔

"السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکتہ۔"

فاطمہ نے پہل کر کے گویا اس کی مشکل آسان کر دی۔

"و علیکم سلام و رحمۃ اللہ و برکتہ۔"

ظل ہمانے دھیما سامسکا کر جواب دیا۔

"آپ کو میں روز دیکھتی ہوں پیاری آپ اسی طرح یہاں بیٹھی اس وقت قرآن پڑھ رہی ہوتی ہیں آج میں خود کو روک نہیں پائی یا شاید اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا آپ کسی بات کو لے کر پریشان ہیں پیاری۔"

فاطمہ نے کہا اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ اس پیاری لڑکی سے گفتگو کا آغاز کیسے کرے اس لیے اس نے اتنی لمبی تمہید باندھی۔

ظل ہما کو وہ چھوٹی سی لڑکی بہت باتوںی اور خوش مزاج لگی وہ مسکرائی پھر دیکھنے لجئے میں بولی:

"میں ٹھیک ہوں پیاری لڑکی الحمد للہ علی کل حال۔"

"تو آپ روکیوں رہی ہے پھر بلکہ آپ کو تو میں روز دیکھتی ہوں آپ روتے ہوئے دکھائی دیتی ہیں۔"

"قرآن الفرقان ایک ایسی کتاب ہے کہ جس کو پڑھتے ہوئے دل پیچلنے لگتا ہے پیاری اس کے الفاظ دل پر لگے زخموں پر مر ہم کی طرح لگتے ہیں یہ جب یوں براہ راست مجھ سے بات کرتا ہے ناقص اخیر نہیں رہتا ہے اور آنکھیں بھیگنے لگتی ہیں کہ مجھ حیرا اور گناہ گار انسان سے یہ کیسے بات کر رہا ہے۔"

ظل ہمانے کہا وہ بات کرتے ہوئے پھر سے رونے لگی۔

"ہم سب گناہ گار ہیں، ہم سب سے روز کوئی نہ کوئی گناہ ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ بہت رحم و رحیم ہے وہ معاف کر دیتے ہیں آپ جانتی ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کی چنی ہوئی بندی ہیں۔"

فاطمہ نے سامنے نظریں کیئے درختوں کو دیکھتے ہوئے کہا

"مجھ سے بہت گناہ ہوئے ہیں پیاری۔" پتا نہیں کیوں مگر ظل ہما کا دل چاہ رہا تھا وہ اس سے اپنی باتیں شیر کرے ہوتے ہیں ناکچھ لوگ کہ جن سے پہلی دفعہ مل کر یہ احساس ہوتا ہے کہ یہی وہ ہے جو میری بات سننے سمجھے گا کچھ لوگ بہت پیارے، میٹھے مزاج کے دل کے نرم ہوتے ہیں فاطمہ بھی انہی لوگوں میں سے ایک تھی جو اپنے پرانے سب کی پریشانی میں پریشان ہو جاتی، نامید لوگوں کو امید کی روشنی تھما تی، جس کسی کے پاس سننے والا کوئی

نہ ہوتا اس کے لیے ایک اچھی کان بن جاتی وہ ایسی ہی پیاری لڑکی تھی جو کتنے دنوں سے ظل ہما کو دیکھ رہی تھی
آج اس سے رہانے گیا جھگٹ کوسائیڈ پر رکھ کے وہ بے اختیار اس کے پاس چلی آئی۔
"آپ مجھ سے شیر کر سکتی ہیں کیا پتا کچھ مدد ہو سکے۔"

فاطمہ نے اس کے سفید مرمری ہاتھوں پر اپنے نازک ہاتھ رکھے اور نرمی سے گویا ہوئی۔
"چلیں ہم دوست بن جاتے ہیں اس سے یہ ہو گا کہ ہم کھل کے ایک دوسرے سے بات کر سکیں گے میں اللہ
تعالیٰ کی خاطر آپ سے دوستی کرتی ہوں میری دوست بنیں گی آپ۔"
فاطمہ دوبارہ گویا ہوئی۔

ہبھر سے مسکرائی اس کی بات سن کر اور اثبات میں سر ہلا دیا۔

"میر انام فاطمہ نور ہے اور آپ کا؟؟؟"

"ظل ہما۔" ہمانے مختصر آگہا۔

"ماشاء اللہ کتنا پیارا نام ہے بالکل اپنے نام کی طرح پیاری ہیں آپ۔"

فاطمہ نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"آپ خود پیاری ہیں اس لیے آپکو میں پیاری لگی۔"
ہمانے کہا۔

"آپ کیوں اتنی ادا س ہیں ہما؟"

فاطمہ نے سوال کیا۔

"کیونکہ میر اللہ مجھ سے ناراض ہو گیا ہے فاطمہ وہ مجھ سے بہت شدید ناراض ہے تبھی تو میں اس کو پکارتی ہوں وہ
نہیں سنتا ہے میں روز معافی مانگتی ہوں لیکن تسلی نہیں ہوتی ہے کیوں کہ اس نے مجھے معاف نہیں کیا۔"
ہمانے ادا سی سے کہا۔

"میں یہ تو نہیں جانتی کہ کیا اصل بات ہے لیکن میں آپ کی بات کو جتنا سمجھ چکی ہوں آپ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہیں پیاری اللہ تعالیٰ بہت رحیم اور غفور ہے ہم انسان ہیں ہم سے بہت غلطیاں گناہ ہوتے ہیں صرف آپ سے نہیں ہم سب سے ہوتے ہیں گناہ لیکن ایک سچا مومن پتا ہے کیسا ہوتا ہے وہ جو غلطی یا گناہ سرزد ہو جانے پر فوراً جو عن کرے اپنے خالق کی طرف اور اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں:

اور جو توبہ کرنے کے بعد اپنی اصلاح کر لے ہم بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والے ہیں۔ (القرآن)
پھر آپ کیوں ایسے سوچ رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپکو معاف نہیں کیا یا وہ آپ سے راضی نہیں ہے۔"

فاطمہ نے کہا

ظل ہما بہت غور سے اس کی بات سن رہی تھی فاطمہ کے چپ ہونے پر وہ بولی:

"میں نامید نہیں ہوں لیکن مجھے یہ خیال مجھے ہے بار بار کہ میں نے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی جانتے ہو جھٹے الٹی را ہوں پر نکل پڑی مجھے نفرت محسوس ہوتی ہے خود سے انہی ہاتھوں سے بیخ کرتی تھی اسکو انہی غلیظ ہاتھوں سے اب جب میں انہی ناپاک ہاتھوں کو جب اس کی بارگاہ میں اٹھاتی ہوں تو مجھے شرم آتی ہے کہ گناہ کرتے ہوئے مجھے کیوں خیال نہیں آتا تھا۔"

ظل ہما بات کرتے کرتے روپڑی پھر سے بولی:

"آٹھ سال آٹھ سال میں ایک حرام ریلیشن شپ میں رہی اور اس تعلق نے میرا تعلق اللہ تعالیٰ سے کھو کھلا کر دیا جس کی زبان پر اللہ تعالیٰ کی شاعر ہتھی تھی اس زبان پر ایک نامحرم کا ذکر رہنے لگا جس لڑکی کا محور اللہ تعالیٰ تھا اس کا محور ایک نامحرم ہونے لگا شروع میں نمازیں چھوٹی پھر قرآن اسکے بعد حیاء اس وقت سمجھ نہیں آیا کیسے یہ سب ہوتا چلا گیا جب اس نے یہ کہہ کر مجھے چھوڑ دیا کہ تم جیسی لڑکیاں عزت بنانے کے قابل نہیں ہو تیں بلکہ ٹائم پاس کے لیے ہوتی ہیں تب میں آسمان سے زمین پر منہ کے بل گری تب مجھے میری اوقات پتہ چلی تب مجھے

سبھج آیا کہ اللہ تعالیٰ نے کیوں حرام تعلقات سے منع کیا ہے تب مجھے سمجھ آیا کہ جس دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہونی چاہئے تھی اس میں ایک غیر اللہ کی محبت آئی تو یہ تو ہونا تھا۔ " وہ لمحے کور کی پھر سے گویا ہوئی۔

"میں نے بھی تو بنی اسرائیل کی روشن اختیار کی نہ پیاری انہوں نے بچھڑے کو معبد بنایا تھا میں نے ایک غیر محرم کو میں اس کی محبت میں اس قدر اندھی ہو گئی کہ مجھے اس بات کا احساس ہی نہ ہو سکا کہ کب اللہ تعالیٰ کی محبت میرے دل سے جاتی رہی۔

اللہ تعالیٰ اب بھی مجھے معاف کریں گے جب کہ مجھ سے اتنا بڑا گناہ ہو گیا ہے؟"
ظل ہمانے خاموش ہو کر سوالیہ نظر وہ فاطمہ کو دیکھا

"تو آپ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا امید ہیں اس کو نا امیدی اور بدگمانی کہتے ہیں ہم انسان ہے نصیان خطاکار ہمارے خمیر میں شامل ہے خطا کرنا اور اسکی رحمت سے مایوس ہونا کفر ہے کیونکہ ایک طالب قرآن کبھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس اور نا امید نہیں ہوتا ہے آپ سے ما نصی میں جو ہوا سو ہوا آپ اپنے کی مئے پر شرمندہ ہیں آپ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے ہیں اس ذات سے جو ستر ماوی سے بڑھ کر ہم سے پیار کرتا ہے اس رحم و رحیم سے کہ جس جیسا کوئی رحم کرنے والا نہیں ہے آپ اس غفور رب سے کیسے بدگمان ہو سکتی ہیں وہ جو بندے کی ایک سچی توبہ پر شرک جیسے گناہ عظیم کو معاف کر دیتا ہے جب ہم اپنا گناہوں میں لٹ پٹ وجود اس کی بارگاہ میں لیکر جائیں تو وہ ہمیں معاف کر دیتا ہے بغیر بتیں سنائے اس ذات سے مایوس ہونا کفر ہے پیاری ایسا سوچنا بھی گناہ ہے۔

اللہ تعالیٰ اتنے کریم ہیں کوئی شخص ساری زندگی اس کی نافرمانی کرتا رہے آخری وقت میں بھی توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اسے اپنی آنکھوں میں لے لیتی ہے اللہ تعالیٰ ماں باپ سے زیادہ رحیم ہے بلکہ ماں باپ بھی کبھی کبھی معاف نہیں کر پاتے ہے لیکن اللہ تعالیٰ معاف کر دیتے ہیں۔"

فاطمہ لمحے کے لئے رکی۔

"اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے چندہ اگر ہم میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بارے میں معلوم ہو جائے نہ تو ہم یہ بات کبھی ذہن میں بھی نہ لائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں معاف کرے گا یا نہیں اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں یہ بات خود لکھی ہے خود فرماتے کہ میری رحمت میرے غصب پر بھاری ہے پھر اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں لا تقطو من رحمة اللہ اور میری رحمت سے نامیدنہ ہوں۔
میں آپکو ایک واقع سناتی ہوں۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک شخص جس نے کبھی کوئی نیک کام نہیں کیا تھا، موت کے وقت اپنے گھر والوں سے کہا کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا دینا۔ پھر آدمی را کھ جنگل میں اڑا دینا اور آدمی دریا میں بہادینا۔ خدا کی قسم، اگر اللہ نے مجھ پر قابو پایا تو وہ مجھے ایسا عذاب دے گا جیسا دنیا میں پہلے کسی کو نہ دیا ہو گا۔ جب وہ بندہ مر گیا تو اس کے بیٹوں نے اس کی وصیت کے مطابق عمل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے دریا کو حکم دیا اور اس کے اندر کی راکھ جمع کی، پھر جنگل کو حکم دیا اور اس کے اندر کی راکھ جمع کی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے عرض کیا: پروردگار، تیرے خوف سے اور تو یہ بات خوب جانتا ہے۔ اس پر اللہ نے اسے بخش دیا۔ اگرچہ اس شخص کی وصیت غلط تھی، مگر اللہ تعالیٰ نے اس خوف کی وجہ سے اسے بخش دیا جو اسے قیامت کے دن اللہ کے سامنے کھڑا ہونے سے تھا۔ پس اللہ تعالیٰ سے خوف کھانا اللہ کی رحمت کو متوجہ کرتا ہے دوست۔"

فاطمہ نور بولتی جا رہی تھی اور ظل ہadam سادھے اسے سن رہی تھی دل کی گریں کھل رہی تھیں خدشات ختم ہو رہے تھے وہ لڑکی جو بھی تھی اسے واقعی ظل ہما کے لئے بھیجا گیا تھا ظل ہما کو اللہ تعالیٰ پر بے حد پیار آیا اللہ کی محبت کو محسوس کرنے لگی آنکھوں سے موٹی پھر گرنا شروع ہوئے فاطمہ نے لمحے بھر اسے دیکھا اسے رونے دیا وہ جانتی تھی یہ آنسو اب اللہ تعالیٰ کی محبت میں گر رہے ہیں اس کا دل نرم ہونے لگا وہ دوبارہ اپنی خوبصورت آواز میں بولنے لگی فاطمہ کی بالوں سے اللہ تعالیٰ کی شدید محبت جملک رہی تھی پرندے اسی طرح اڑاٹ کر اللہ سبحان

وتعالیٰ کی حمد و شاء کر رہے تھے لڑکیاں مدرسے میں اسی طرح آرہی دل کا بوجھ پلاکا ہونے لگاہاں وہ عظیم رب عرش کے اس پار اپنی پیاری بندی کے بے حد قریب تھا وہ اس کی بے چینی سمجھ رہا وہ جانتا تھا کہ ظل ہما کو اس وقت کیا تسلیاں درکار ہے وہ جانتا تھا کہ اس کی بندی کو شش کر رہی ہے وہ اس کے اندر کی طلب، ترپ جانتا تھا اس لئے تو فاطمہ آئی اس کے پاس۔

"وہ اتنا حیم ہے ہما اتنا شفیق ہے کہ اس کی رحمت سب کے لئے عام ہے چاہے وہ مسلمان ہو کافر ہو منافق ہو مشرک ہو اس کی رحمت سب کے لئے عام ہے یہ اس کی رحمت ہی ہے کہ ہم گناہ گاروں کو اتنی نعمتیں عطا کیں جس کے ہم قابل نہیں ہیں ہم روز کتنے گناہ کرتے ہیں کتنے ہی زیادہ کرتے ہیں مگر وہ رب کریم ذات معاف کر دیتا ہے ہمارا دین اتنا خوبصورت ہے ہما کہ ہمارے لئے معافی کے دروازے ہر وقت کھلے ہوتے ہیں ہر وقت وہ کبھی بھی نج نہیں کرتا ہے ہم کوئی غلطی کرتے ہیں تو بندے تو پہلے معاف ہی نہیں کرتے ہیں چلو کر بھی دیں تو پھر تعلق میں رنجش آجائی ہے دراڑ پڑ جاتی ہے اس رشتے میں غلط فہمیاں جنم لے لیتی ہیں مگر اللہ تعالیٰ وہ واحد ذات ہے کہ جس سے معافی مانگی جائے نا تو وہ معاف کر دیتا ہے اور ہمارا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ مضبوط ہو جاتا ہے تو

میری شہزادی دوست آنکنیدہ ایسے مت سوچنا۔"

فاطمہ نے اس کی ناک کو بلکا ساد بایا وہ بھی مسکرا دی۔

"آپ معافی مانگتی ہیں تو شیطان کا آپ پہ بس نہیں چل رہا ہے کہ وہ کیا کرے اس لئے آپ کے دل میں وسو سے ڈال رہا ہے تو انور کریں۔"

وہ خاموش ہوئی۔

"تو ہمیں پتا کیے چلے گا کہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہیں؟ اور ہم سے محبت کرتے ہیں؟"

ہمانے فاطمہ کو دیکھ کر دل میں پنپتے ہوئے سوال کو پوچھا۔

"جب آپ کو نمازوں کے سجدے نصیب ہوتے ہیں جب آپ کورات کے تیسرے پھر تجدید سے نواز جائے جب آپ کو قرآن کو پڑھنے اور سمجھنے کے لئے چنانچاۓ۔"

فاطمہ نے کہا

ظل ہمانے سر ہلا دیا مصحف کو سینے سے لگای تام الجھنیں سلیج گئیں اس نے قرآن فاطمہ کو پکڑا اور اسی وقت مدرسے کے سفید سنگ مرمر کے فرش پر سجدہ شکر بجالائی۔ ہوا پھر سے چلنی لگی فاطمہ نے رشک سے رشک سے ہما کو دیکھا ہما اٹھی اس کے پاس آئی اور مسکرا کر بولی:

"جزاک اللہ خیر اخ提۔" وہ اس کے گلے لگی۔

"وایا کی خیر" فاطمہ نے اس کی کمر کو ہلا کسا تھپھت پایا۔

رب کی ایک مسکراہٹ دیکھنے کے لیے وہ رب کی بندی اب خود پہ محنت کرنے لگی اس لیے کہ بروز قیامت ایک جھلک میرے رب کی مسکراہٹ دیکھنے کی خواہش اس کی تڑپ اس کی لگن کو مزید بڑھادیتی ہے۔

وہ اٹھی دونوں اپنی کلاسوں میں جانے کے لئے یہ کہتے ہوئے کہ ہم دوبارہ ملیں گے ان شاء اللہ۔

دور کہیں سے اس آیت کی تلاوت ہونے لگی لا تقطو من رحمۃ اللہ۔

از قلم کوثر خان



نورِ عرش

"نور۔۔۔

نور۔۔۔

نورِ عرش اٹھو میری جان لیت ہو جاؤ گی پھر۔"

"ماں پلیز تھوڑی دیر اور

سونے دیں ناپلیز۔" نورِ عرش نے آنکھیں کھولتے ہوئے انتباہ کی تھی۔

"بچھا تامن تھوڑا ہے ناپھر آپ نے بولنا ہے

ممانے اٹھایا نہیں۔" نورِ عین بیگم اس کی چیزیں سمجھتے ہوئے بولی۔

"اوہ ممایس آدھا گھنٹہ اور۔۔۔"

بڑی ماں آپ چھوڑیں میں جگاتا ہوں اسے "حنان نے نورِ عین بیگم کو گلے لگاتے ہوئے کہا۔

"اڑے بڑی ماں آپ کو پتہ ہے نیچے ہیر آئی ہے اور وہ ہماری نور کی اپیشل بیڈیٰ پینے لگی" حنان کے کہنے کی دیر تھی اور یہ نورِ محترمہ کی چینجن بلند ہوئی

"کیا۔۔۔ میری چائے۔۔۔"

نور جو اچانک اٹھ کر بیڈ پر کھڑی تھی ان دونوں کو مسکراہٹ دباتا دیکھ کر ایک دم غصہ ہوئی۔

"حنان کے بچے اب تم مجھ سے بچ کر دکھاوا

زرا، اب منظر کچھ یوں تھا کہ حنان آگے بھاگ رہا تھا اور نور پیچھے پیچھے بھاگتے ہوئے جو چیز ہاتھ میں آئی اسے نورا دے مارتی۔ نورا لعین بیگم ان کی حرکتیں دیکھ کر ہنسی سے دوہری ہو رہی تھی، "نورا یار دیکھوں یہ نیلیں یہ بہت بھاری ہے میرا سر کھل جانا" حنان اس کے خطرناک ارادے دیکھ گھبرا یاتھا۔
"یہ ہی صحیح ہے آپ کے لیے۔"

نورِ عرش نے ہاتھ میں پکڑا ہوا مگد ان جیسے ہی حنان کی طرف پھینکا۔
حنان نے پھرتی سے اسے کچھ کیا اور فوراً روم سے باہر بھاگ۔
"بد تمیز۔۔۔ بھاگ گیا" نور نے دروازے کو گھورتے ہوئے حنان کو خطاب سے نواز۔
"نور آپ جلدی سے ریڈی ہو کر آؤ میں ناشتہ لگواتی ہوں۔"
"اوکے ماما میں ابھی آئی۔"

وہ نورا لعین بیگم کو یار کر کے فریش ہونے چل دی۔

☆☆☆☆☆

"اف تھک گئی یار پر شکر ہے اچھا ہو گیا۔"
نورِ عرش گراونڈ پر ہیر کے پاس بیٹھتے ہوئے بوی۔ جو تھوڑی دیر پہلے ہی آئی تھی، "ہاں یار اب میں تین چار دن آرام کروں گی فل انجوائے" ہیر بھی خوش ہوئی۔
"ہیر تم میرے ساتھ ہی چل رہی ہوا بھی گھر باقی سب شام کو آ جائیں گے" نورِ عرش ہیر کو اپنے ساتھ اٹھاتے ہوئے بوی تھی۔ "اوکے" ہیر نے فوراً حامی بھر لی۔

☆☆☆☆☆

ایک پورٹ کے چمکتے فرش پر اس کے قدموں کی رفتار تیز سے تیز تر ہو رہی تھی نظریں جیسے کسی اپنے کی تلاش میں ہلاکاں ہو رہی تھیں۔ ہر گزرتے پل کے ساتھ اس کی بے چینی بڑھتی چلی جا رہی تھی اور پھر ایک جگہ آ کر اس کی نظر ٹھہر گئی جہاں اس کی عزیز ترین ہستی کھڑی تھی اسکا یارم اسکا جگہ شامیر خانزادہ۔

"بھائی۔۔۔"

اس سے پہلے کہ وہ انہیں کوئی آواز دیتا یا ان تک پہنچتا ہنا بھاگتا ہوا آیا اور اس کے گلے لگ گیادوں کی آنکھیں نم ہوئی۔ اتنے عرصے بعد جو ملے تھے کیسے ہو "ہنا کے ہستے ہی شامیر اس کے گلے لگا۔

"بلکل ٹھیک"

"تم سناؤ کیسی ہو" غازان ہیر سے ہاتھ ملاتے ہوئے بولا۔ جو سفید کیپری پر گلابی فرماں پہنے بہت معصوم لگ رہی تھی۔

"بہت اچھی بہت پیاری" ہیر نے فوراً سے اتر کر جواب دیا۔ سہری آنکھیں آج چک رہی تھیں اور گلابی ہونٹ مسلسل مسکرا رہے تھے۔

پتا چل رہا ہے نورِ عرش کی دوست ہواں کی اپنی ہی تعریف کرنے پر غازان نے ہستے ہوئے کہا۔
"اے میری پر نیز کہاں ہے" سب سے ملنے کے بعد اسے نور کی کمی محسوس ہوئی تو فوراً پوچھا۔
"بھائی اس کی طبیعت خراب ہے اسی لیے نہیں آئی" ہنا نے اسے بتایا تھا۔

"کیا۔ اس کی طبیعت خراب ہے اور کسی نے مجھے بتایا ہی نہیں۔۔۔ کیا ہوا ہے پر نسر کو ڈاکٹر کے پاس لے کر گئے تھے ہنا۔"

ہنا کے بتانے پر غازان فوراً پریشان سے لمحے میں بولا۔

"تم گھر چلو سب دیٹ کر رہے ہو نگے مل لینا اس سے بھی"
شامیر نے آگے بڑھتے کہا۔

حنان اور ہیر کے لیے اپنا نقفر و کنا مشکل ہو گیا تھا۔
غازان جسے ہی گاڑی میں بیٹھا کسی نے فوراً سے اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیے تھے۔
"پرنز"

جب کافی دیر خاموشی کے بعد بھی ہاتھ نہ اٹھائے تو وہ خوشی سے بولا
"لا لا.... آپ نے کیسے مان لیا میں آپ کو لینے نہیں آؤں گی--"

نورِ عرش ایک دم زروٹھے پن سے بولی۔

"لا لا کی جان ہمیں تو اس حنان کے بچے نے بتایا کہ آپ بیمار ہیں۔"

تب ہی ہم گھر آرہے تھے "غازان نے گاڑی سے اتر کر اپنی لادلی کو گل لگایا۔ آئی مس یوسوچ لالا۔" نورِ عرش
نے بچوں کی طرح دونوں بازوں کھول کر اپنے لالا سے کہا گو یا بتانا چاہا ہواں نے اپنے بھائی کو اتنا یاد کیا۔
"لالا نے بھی اپنی پرنز کو بہت مس لکیا۔" غازان کی آنکھیں نم تھیں اپنوں کی جداوی سہنا کون سا آسان ہوتا۔
باقي سب بیمار سے دونوں بہن بھائی کی محبت دیکھ رہے تھے۔
"غازان انکل کی کال آرہی ہے۔"

شامیر کی آواز پر دونوں گاڑی کی طرف بڑھے۔

"کھڑوں کہیں کا۔۔۔ ہمیشہ جلتے ہی رہتے ہیں۔،" نور نے جاتے جاتے بھی شامیر کو گھورا تھا۔



میرام خانزادہ اور خسار بیگم کے تین بچے تھے۔ سب سے بڑے بیٹے احمد خانزادہ جن کی شادی اپنی خالہ زاد نور العین سے ہوئی جنہیں سب عین بولتے۔ پھر بیٹی الہام خان جن کی شادی میرام خان نے اپنے دوست کے بیٹے حارب سے کی۔ اور سب سے چھوٹے خازق خان جن کی زوجہ ان کی پھوپھوزاد مر ہیں۔

احمد خانزادہ کے دوہی بچے ہیں، غازان خانزادہ نہایت ہی سلیمانی ہوا اور ذہین اور اس کے بالکل الٹ نورِ عرش حد سے زیادہ شرارتی اور معصوم جس میں خانوں کی جان بستی تھی۔ اپنی شرارتی توں اور ممیتوں سے ہر رونق لگائے رکھتی۔ وہ، حنان (خازق اور زمر کا بیٹا) اور ہیر اکٹھے ہو جائیں تو پھر حوالی میں سکون سمجھو ختم۔ ایسا کہنا ہے ان کے پھوپھوزاد شامیر خانزادہ کا جو خاموش مزاج اور سنجیدہ طبیعت کا مالک ہونے کے ساتھ ساتھ سخت بھی تھا بقول نورِ عرش کے سڑیل۔۔۔



خانزادہ حوالی میں آج رونق ہی الگ تھی۔ سب لوگوں کے چہروں پر مسکراہٹ تھی۔ آخر کوان کا لاؤ لا چھ سال بعد پیرس سے واپس آیا تھا۔ سب ہی خوش تھے۔

"لالہ آپ میرے گھنس لائے ہیں ناں؟" نور آہستہ سے غازان کے قریب ہوئی۔

"اووہ تو میں بھول ہی گیا" غازان نے سر پر ہاتھ مارتے ہوئے بے چارگی ظاہر کی۔

"آپ اپنی اکلوتی پر نرسز کی چیزیں لانا بھول گئے" صدمے سے نورِ عرش کی آواز ہی نہیں نکل رہی تھی۔

"پر نرسز یہاں آنے کی اتنی خوشی تھی کہ ذہن سے نکل گیا۔"

غازان نے بیچارگی ظاہر کی۔

"جائیں میں آپ سے ناراض۔"

نور منہ بناتے ہوئے بولی۔

"صحیح ہے پھر میں جو چاکلیٹ اور ٹیڈی لایا ہوں وہ حنан تم لے لو۔ یہاں تو کوئی ناراض ہے ہم سے۔" غازان نے مسکر اہٹ دباتے ہوئے کہا۔

"او جیو بھائی میں ابھی گلی۔" حنان نے فوراً دوڑ لگائی۔

"میرے پیارے سے کیوٹ سے لالا۔ آئی لو یو۔" نورِ عرش فوراً غازان کے گلے لگتے اور پر بھاگی۔

"اوئے بندر خبردار جو میری چیزوں کو ہاتھ بھی لگای تو۔"

☆☆☆☆☆

"بڑی مانا نور کہاں ہے کب سے اسے کال کر رہی اٹھاہی نہیں رہی۔" ہیر جو کب سے اسے کال کر رہی تھی اس کے نہ اٹھانے پر پریشان ہوتی ہو یہی آئی تھی۔

"بیٹا پتہ نہیں کیا ہوا ہے صح سے کمرے میں بند ہے۔"

نورِ العین بیگم نے پریشانی سے بتایا تھا۔

"میں دیکھتی ہوں۔"

ہیر نے کمرے کی طرف جاتے ہوئے تسلی دی۔

"نور کیا ہوا ہے یا کیوں ایسے لیٹی ہوئی ہو؟"

ہیر جو ابھی اس کے کمرے میں آئی تھی نورِ عرش کو ادا س لیٹا دیکھ بولی۔

"کچھ نہیں یا ربس سر درد ہے۔" نورِ عرش نے اسے ٹالنے والے انداز میں کہا۔

"اچھا آؤ میں دباتی ہوں۔" ہیر نے اس کا سر اپنی گود میں رکھا اور آرام آرام سے دبانے لگی۔

"نور تمہیں پتہ ہے۔"

ہیر نے نور کو باقیوں میں لگانے کی کوشش کی تھی تاکہ اس کا مودہ بھی ٹھیک ہو جائے۔

تو ٹھوڑی ہی دیر میں ہیر کا فون رنگ ہوا تو وہ نور کا سر تکمیل پر رکھ کر باہر آگئی۔

"السلام و عليکم بھائی۔"

"و عليکم السلام بچے کدھر ہو آپ کب سے کال کر رہا۔" اسپیکر سے شامیر کی پریشان سی آواز گوئی۔
"وہ بھائی نور کی طبیعت خراب ہے تو اسی کے پاس تھی۔" ہیر نے اداسی سے بتایا تھا۔

"کیا ہوا ہے اسے، ٹھیک تو ہے نہ اگر زیادہ بیمار ہے تو ڈاکٹر کے پاس لے جاتے میں آؤں؟۔" شامیر کی آواز میں واضح بے چینی تھی۔

"نہیں لالا۔ نور سورہی ہے ابھی کچھ ٹائم تک ٹھیک ہو جائے گی۔"

ہیر نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ جانتی تھی نورِ عرش کی ذرا سی تکلیف پر اس کا بھائی بے سکون ہو جاتا ہے۔

"آریو شیور؟ بچے اگر کوئی مسئلہ ہے تو میں آ جاتا ہوں" اسے ابھی بھی یقین نہیں تھا۔

"جی لالا" آپ شام کو آ جاؤ ہو میں مجھے لینے پھر خود دیکھ لینا۔ ہیر نے جیسے حل بتایا تھا۔

"اوکے خیال رکھنا۔"

شامیر نے کال بند کی اور فائل کی طرف متوجہ ہوا، پر اب اس کا دھیان کہیں اور تھاکام تو ہونا نہیں تھا۔

ہیر نے ایک نظر نور کو سوتے ہوئے دیکھا اور نیچے کجن میں چلی گئی تاکہ نورِ عرش کی پسند کا کھانا بناسکے۔ وہ

پریشان بھی تھی کہ اچانک نور کو کیا ہو گیا۔

دونوں دوستیں ایسی ہی تھی ایک دوسرے کے لیے سب کچھ کرنے والی، دوسرے کی ذرا سی تکلیف پر پریشان ہونے والی۔



بیہاں بھیٹی ہے اور میں اسے پورے گھر میں ڈھونڈ آیا" (princess) "اے میری پرنسز (gazan) جو ابھی گھر آیا تھا نورِ عرش کا سن کر فواڑ اس کے پاس آیا۔

"کیا ہوا پرنس۔"

نورِ عرش نے غازان کی طرف دیکھا تو اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ غازان کا دل دکھاتا۔ اس نے آگے بڑھ کر بہن کو گلہ رکا تھا۔

"لالا میں بالکل بھی اچھی لڑکی نہیں ہونا۔" غازان کے گلے لگانے کی دیر تھی نور کے آنسو گالوں پر پھسل آئے

"کس نے کہا، میری پرنس سب سے بیٹھ ہے، سب سے پیاری، سب سے مختلف۔" نورِ عرش کے لمبے بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے کہا۔

"لَا لَهُ اللَّهُ مَجْهَسْ سَنَارَاضْ هِيْزْ۔"

میں بالکل بھی اچھی نہیں ہوں۔"

نورِ عرش ہمچیاں لیتے ہوئے یوں۔

"پرنس کیا ہوا ہے ایسے کیوں بول رہی۔" غازان حقیقت پریشان ہوا تھا۔

"میر انماز میں دل نہیں لگتا۔ نہ مجھ سے پڑھی جاتی ہے۔" نور نے شرمندگی سے سرجھ کا کر کہا۔

ویکھوں پچے یہ دنیا تو عارضی ہے، ایک نہ ایک دن ختم ہو جائے گی پھر آپ اس ابدی زندگی کی تیاری کیوں نہیں کر رہی جس کا پہلا سوال ہی نماز کا ہے۔ غازان کی بات پر نور شدت سے رو نے لگی۔ اچھا میں آپ کو بتا انماز میں دل کیسے لگاتے ہیں "نور کو پیار سے ساتھ لگاتے ہوئے کہا۔

"ویکھو جب آپ نماز پڑھنے لگوں ا تو تصور کرو جیسے آپ کعبہ کے سامنے ہو۔ ایسا کرنے سے آپ اس عارضی دنیا کے نیالوں میں نہیں بھکلو گے۔" وہ نور کو دیکھتے ہوئے بولا۔ "جب آپ "اللہ اکبر" پڑھو گے نا تو یاد کرنا اللہ سب سے بڑا ہے۔" وہ آہستہ آہستہ اس کو سمجھا رہا تھا۔

"اور پرنسس ہمیشہ یاد رکھنا کہ اللہ آپ کو دیکھ رہے ہیں۔ وہ دیکھ رہے ہے آپ کو شش کر رہی ہو اور آپ کا کوشش کرنا ہی کافی ہے۔ نورِ عرش دمکھونے پے جب بھی ہم کسی کے پاس کچھ مانگنے جاتے ہیں وہ ایک بار دیتا و بار دیتا لیکن تیری بار وہ آپ کو دھنکارے گا، برا بھلا کہے گا اور پھر آپ کو بھی اچھا نہیں لگے گا اس سے مانگنا۔....

جب کے اللہ کے پاس آپ جب بھی جاتے ہو وہ بڑی محبت سے پوچھتا ہے بول میرے بندے کیا چاہیے، اپنی خواہش بتا، آپ اپنے غم اس پاک ذات کو سناتے تو ایسے لگتا جیسے سکون مل گیا ہو۔۔۔

وہ دن میں پانچ بار بڑی محبت سے ہمیں اپنے پاس بلا تا ہے، بڑی غور سے ہمیں سنتا ہے تو پچھے آپ بھی اس ذات سے محبت کرونا۔" وہ بڑے پیار سے اسے سمجھا رہا تھا۔

"اللہ مجھے لگتا اللہ مجھ سے دور ہو گئے۔"

نورِ عرش کی آواز میں کرب تھا۔

"اللہ مجھے سکون نہیں مل رہا، پتہ جب بندہ اللہ سے دور ہوتا تو وہ تڑپ تڑپ کر مر جاتا پر اسے کوئی سکون نہیں ملتا۔"

اس کے رو نے میں اضافہ ہوا تھا۔

"اللہ میں اس کی تلاش میں ہوں وہ مجھے نہیں مل رہا۔" اس نے غازان کے ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

"بچے آپ اسے تلاش کر رہے جو آل ریڈی آپ کے ساتھ ہے۔ ڈھونڈا تو انہیں جاتا جو گم ہوں۔ جب کہ رب تو خود کہتا ہے میں تمہاری شرگ سے زیادہ قریب ہوں۔۔۔" غازان نے نور کے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔
"پر نزد پھر آپ کے ڈھونڈ رہی۔۔۔"

اگر ڈھونڈیں گی تو بھٹک جائیں گی۔۔۔ الجھ جائیں گی۔۔۔" غازان کی بات پر نورِ عرش نے ناصحیت سے اسے دیکھا تھا۔

"اگر ب پاس ہے تو پھر شاید میں دور ہو گئی ہوں۔۔۔" نورِ عرش غور سے اپنے ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"تو آپ پاس چلی جاؤ۔۔۔ دوری آپ نے بنائی ہے تو ختم بھی آپ ہی کو کرنی ہے پر نظر۔"

"پر نظر رب سے با تین کیا کرو" غازان نے اسے مشورہ دیا تھا

"کیسی با تین لالہ" نور کے لمحے میں جمرانی تھی۔

"ہر طرح کی ۔۔۔

اپنی روٹین شیر کیا کرو ۔۔۔

اپنے سیکر میں ۔۔۔

اپنے غم ۔۔۔

اپنی خوشی ۔۔۔

سب کچھ ۔۔۔

ایون اگر آپ کو کچھ بھی چاہیے ہو تو اسی سے بولا کرو" غازان نے ایک لمحہ بڑھ کر اپنی لاڈلی کو دیکھا تھا۔

"ہر چھوٹی سی چھوٹی بات ۔۔۔ جیسے آپ اپنی دوستوں سے کرتی ہونا دیسے ہی پھر آپ کو رب دور نہیں لگے

گا۔۔۔"

غازان نے نرم مسکراہٹ سے کہا۔

"ہاں، یہ میں لازمی کروں گی

"نورِ عرش مسکراتے ہوئے بولی۔

"پر لالہ رب تو سب جانتا پھر؟"

نورِ عرش نے سوال کیا تھا۔

"جی بچے وہ سب جانتا لیکن اسے اچھا لگتا جب اس کا بندہ اسے سب بتاتا۔" وہ اسے دیکھ مسکرا یا تھا۔

"اللہ میں شرمندہ ہوں میں کیسے اس سے معافی مانگوں، کیسے رب کو مناؤں۔" نورِ عرش کے لمحے میں ندامت تھی۔ "پرنز آپ کو پتہ جب آپ چھوٹی تھی نا تو بہت روئی تھی۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد رونا شروع۔۔۔ میں اور شامیر پریشان ہو جاتے تھے کہ اس بیماری سی گڑیا کو کیا ہو گیا۔" غازان نے ایک لمحہ کو رک کر اسے دیکھا تھا جو اسے ہی بے قسم سے دیکھ رہی تھی جیسے کہہ رہی ہو شامیر اور پریشان میرے لیے نامکن ہی ہے۔ "سچ میں پرنز ہم دونوں کو بہت عزیز ہوتا" غازان مسکرا یا تھا اس کے منہ بنانے پر۔

"پھر ایک دن میں نے ماما سے پوچھا کہ آپ اتنا روئی کیوں ہو؟"

"غازان جب ہم پیدا ہوتے نہ تو ہمیں کچھ بھی نہیں آتا سوائے رونے کے، ہمیں بھی کچھ چاہیے ہوتا ہے تو وو کر بتاتے ہیں۔ اپنی بھوک کا درد کا ہماری بس بیبی زبان ہوتی تبا۔" اس نے اک نظر نورِ عرش کو دیکھا اور پھر سے بولنا شروع کیا۔

"بچ جب آپ ماما سے روکر ہر چیز منواستی تو اللہ سے کیوں نہیں وہ توسب سے زیادہ بیمار کرتا ہم سے" نورِ عرش مسکراتی ہوئی اس کے گلے لگی۔

"you are the best brother in this world"

"ایکن آپ بالکل بھی اچھی پرنز نہیں ہو۔۔۔" غازان نے منہ بنایا تھا۔
"ارے ارے ایسا کیوں۔۔۔" وہ حیرت سے اس کے سامنے آئی تھی۔

"آپ کو پتہ ہے نہ آپ کے لالا صرف آپ کے ہاتھ کی چائے پینتے پھر بھی صبح سے روم میں بند ہو۔" غازان نے رخ پھیرا تھا۔

"اوہ چلیں میں ابھی بنادیتی اپنے اللہ کو مزیدار سی چائے۔۔۔" نورِ عرش دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے بولی۔

"نہیں اب ہم آنسکریم کھانے جائیں گے۔۔۔ آپ جلدی سے ریڈی ہو کر نیچے آوس ب کو پریشان کیا ہو اپاگل لڑکی۔۔۔" وہ اس کے بال بگاڑتے ہوئے باہر چلا گیا۔

☆☆☆☆☆

"اب کیسی ہے نور۔۔۔" شامیر نے آنسکریم کھاتے ہوئے غازان سے پوچھا تھا۔
"خود پوچھ لو سامنے ہی تو ہے۔"

کچھ دور سڑک پر چلتی ہیر کو دیکھتے ہوئے غازان نے جواب دیا۔
"کیوں تمہیں بتاتے ہوئے موت آتی ہے" شامیر نے اسے گھورا تھا۔ "ہاں بالکل ویسے ہی جیسے تمہیں پوچھتے ہوئے آتی ہے۔" غازان نے اسے اور تیپا تھا۔

شامیر نے نور کو دیکھا تھا جواب واپسی کیپری پر گلابی فرماں نیچے واپسی ہی شوز پہنے پری لگ رہی تھی کا لے لمبے بالوں کو جاہب میں قید کیا ہوا تھا۔ بھوری آنکھوں کی اداسی شامیر کو بے چین کر گئی تھی۔
"اویمیرے بھائی کدھر گم ہو گئے۔" غازان نے اس کے سامنے چیکھی بجائی تو وہ ہوش میں آیا۔ "خیر ہے نا" غازان نے جا چھتی نظروں سے اسے دیکھا۔

"میں نے آج تک تم سے بڑھ کر کوئی ذلیل انسان نہیں دیکھا غازان خانزادہ۔۔۔" شامیر چڑھا تھا اس کی نظروں سے۔

"میرا بھی تمہارے بارے میں بھی خیال ہے مسٹر شامیر خانزادہ" غازان کو مزا آرہا تھا اسے تنگ کرنے میں۔
بھاڑ میں جاؤ۔" وہ اسے مکہ مارتے ہوئے سامنے نورِ عرش کو دیکھنے لگا جو ہیر کی کسی بات پر ہنس رہی تھی۔ اک پل کو شامیر ساکت ہوا تھا۔ اس کی خوبصورت ہنسی پر۔ وہ لڑکی سچ میں جادو گر تھی۔ جو اپنی موجودگی سے ہی شامیر کو ہر چیز سے بے نیاز کر دیتی تھی۔

"نہ میرے دوست تمہارے ساتھ ہی جاؤں گا۔" غازان نے ہنستے ہوئے اس کے کندھے پر مکہ مارا تو وہ بھی ہوش میں آیا۔

"نور یار کیا ہوا تھا تھیں۔" ہیر نے ہوا سے اڑتے بالوں کو کان کے پیچے کرتے ہوئے نورِ عرش سے پوچھا تھا۔
"کچھ نہیں یار۔۔۔" نور لاپرواں سے بولی۔

"تو پھر اتنی خاموشی کیوں تھی۔" ہیر نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔
"بس ایسے ہی خاموشی بھی اچھی چیز ہے۔"

"وہ کیسے۔"

وہ اس سی لگی تھی ہیر کو۔

"زندگی کا اصل شور تو اس کی خاموشی میں ہوتا ہے۔"

نورِ عرش نے سوچ میں گم کہا تھا۔

"پر یار تم خاموش نہ ہو اکرو۔۔۔ تم چپ ہو تو کچھ اچھا نہیں لگتا!" ہیر نے اسے گلے لگاتے ہوئے کہا۔

"اچھا جی اس دن کوئی مجھے کہہ رہا تھا۔ اف کتنا بولتی ہو تم نور میرے سر میں درد کروادیا۔۔۔" نورِ عرش نے ہیر کی نقل اتارتے ہوئے کہا۔

"وہ تو ایسے ہی کہا تھا۔" ہیر نے منہ بنایا تھا۔

"اچھا جی۔۔۔"

"یار نور تم نہیں تھی آج تو اتنا اکیلا اکیلا فیل ہوا" وہ آج سخت بور ہوئی تھی۔

"تو میری پیاری سی جانم تم ایک کام کرتی نا۔۔۔" نورِ عرش نے لبھ کو پُر اسرار بنایا۔
"کیا" ہیر نے تجسس سے اسے دیکھا تھا۔

"تم کوئی ہار رہا تو مدد کیجھ لیتی تا۔۔۔ پھر تمہیں ہر طرف کوئی نہ کوئی فیل ہوتا"

نور نے ہستے ہوئے کہا۔

"نور کی بچی ٹھہر و تم۔ تمہیں میں سیدھا کرتی ہوں۔" ہیر جو غور سے اس کی بات سن رہی تھی اس کی شرارت سمجھتی مصنوعی غصہ ہوئی۔



خانزادہ حویلی کے لاوچ میں آج پھر سے رونق لگی ہوئی تھی۔ سب بڑے باتوں میں مصروف تھے۔ جب کے یہاں پارٹی ساری لان میں بیٹھی تھی۔

"بھائی آج میں آپ سے کچھ مانگنے آئی ہوں۔ امید ہے آپ منع نہیں کریں گے۔" الہام نے احمد صاحب کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"ایسے کیوں بول رہی ہیں الہام بچے۔ ہمارا سب کچھ آپ کا ہی ہے۔" احمد خانزادہ سنجدہ ہوئے۔

"بھائی میں اپنی لاڈلی کو لینے آئی ہوں۔ اپنے نالائق بیٹے کے لیے نورِ عرش کا رشہ مانگنے آئی ہوں،۔" الہام کے کہنے پر سب نے حیرت بھری خوشی سے انھیں دیکھا تھا۔ ارے شامیر ہمارا نالائق بچہ ہے ایسے تو نہ بولیں" خارق نے فوراً اپنے لاڈلے کی سائیڈلی۔

"بھائی بتائیں نا آپ دیں گے نامجھے اپنی حویلی کی رونق" الہام بیگم نے احمد صاحب سے پوچھا جو کسی سوچ میں گم تھے۔

"دیکھو بچے ہمیں تو کوئی اعتراض نہیں ہماری بھی یہی خواہش ہے لیکن ایک بار نور سے پوچھ لیں۔ پھر ہی کچھ فائل ہو گا۔"

احمد صاحب نے انہیں تسلی دی تھی۔

"شکریہ خالہ بی آپ بہت اچھی ہیں۔" چائے کا کپ پکڑتے ہوئے نور مسکرائی۔

"ہاں جی جو اس نشی کو نشہ کرائے گا وہ برائیسے ہو سکتا ہے۔" ہٹان نے فون استعمال کرتے ہوئے اسے تپایا تھا۔

"اب اتنی بھی چائے نہیں پیتی میں۔" نور عرش نے حنان کو گھورا تھا جو اسے تپانے کے بعد اب مزے سے اپنا کپ ٹیبل سے اٹھا رہا تھا۔ "بالکل بالکل ابھی جو ہم میں سے کوئی انکار کر دے چائے سے تو وہ بھی تم پی جاؤ۔۔۔ اتنی بھی نہیں پیتی۔" حنان نے اس کی نقل اتارتے ہوئے کہا۔

"ہاں تو۔۔۔ اب تم لوگوں کو چائے کی قدر نہیں تو میں تو یوں گی نہ۔۔۔ رزق کو ضائع نہیں کر سکتی۔" نور کا اشارہ صاف شامیر کی طرف تھا جو اکثر چائے چھوڑ دیتا تھا یہ کہہ کر کہ اس کا دل نہیں۔ "نور یا اگر تمہیں چائے یا مجھ میں سے کسی ایک کو چوز کرنا ہو تو کسے کرو گی۔" ہیر جو کب سے خاموش بیٹھی تھی۔

ایک دم سے بولی۔ "ہم۔۔۔"

"میں ہمیشہ اپنی جانم کو چنوں گی۔"

نور عرش سنجدگی سے گویا ہوئی۔

اسے چائے سے عشق تھا لیکن اسے اپنی دوست اپنی جان سے بھی پیاری تھی۔

"اڑے واہ۔۔۔ یہ ہوئی نہ بات" ہیر کو اس کے جواب پر بے تحاشہ خوشی ہوئی تھی۔

"الہام ہمیں بھی تم سے کچھ بات کرنی ہے۔ ہم سوچ رہے تھے تمہاری طرف چکر لگائیں۔۔۔ پر کوئی بات نہیں اب سب یہاں ہی جمع ہیں تو ہم یہی بات کر لیتے ہیں۔" عین الہام کے ہاتھ پکڑتے ہوئے بولی۔

"بولیں بھا بھی" ہر کوئی تجسس سے عین کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

"الہام میں ہیر کو اپنی بہو بنانا چاہتی ہوں۔ آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں۔" نور عین نے ایک نظر سب کو دیکھا تھا۔

"اڑے بھا بھی یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔" الہام بیگم خوشی سے عین کے گلے لگی تھی۔ "چلو جی اگر سب راضی ہو تو اس جمعہ کو بچوں کا نکاح کر دیتے ہیں۔ خازق نے رائے دی تھی جسے سب نے ہی قبول کر لیا۔

"باباجان کس کے نکاح کا پلین بن رہا ہے یہاں---" نورِ عرش نے احمد صاحب کے بازو تھامتے ہوئے پوچھا۔

"پچ آپ کے لالا اور ہیر کا۔"

"اڑے واہ ہیر میری بجا بھی بننے کی کتنا مزہ آئے گا۔" نور نے ایکسا بٹڈ سے لبھ میں کہا۔ جس پر سب ہی اس کی خوشی دیکھنے والے ہیں دیے۔

غازان کی خوشی تو دیکھنے لا اقت تھی آخر بچپن کی محبتِ محرم بننے لگی تھی۔ اور ہیر مختار مہ تو وہاں سے فوراً بھاگی تھی۔ اس کو شرم آرہی تھی۔

☆☆☆☆☆

حنان تم ابھی تک گئے نہیں اذ ان تو کب کی ہو گئی۔ "نور جو ابھی ابھی باہر آئی تھی حنان کو وہیں بیٹھا دیکھ اس کے پاس آگئی۔

"یار بس پانچ منٹ پھر جاتا ہوں" حنان نے جلدی جلدی گیم کھلتے ہوئے جواب دیا۔

"دیکھوں حنان انسان کی پہلی ترجیح ہمیشہ اس کارب ہونا چاہیے، باقی سب بعد میں۔" نورِ عرش نے سمجھا نے والے لبھ میں کہا۔

یار بس جارہا تھوڑی دیر سے کیا ہو جاتا ہے۔" حنان نے منہ بنایا تھا۔

"تھوڑی یا زیادہ دیر کی بات نہیں ہے بات ساری ترجیح کی ہے۔" اگر تم مصیبت میں ہو اور اللہ کہے رکو پہلے میں اس بندے کے مسئلے حل کر لوں پھر تمہاری ستائو تمہیں کیسا لگے گا؟" نورِ عرش نے سوالیہ انداز میں اس کی طرف دیکھا۔

حنان پر پیشان ہوا تھا۔

"پتہ ہے حنان جب ایسا ہونا تو پھر ہمارے پاس کچھ نہیں بچتا سوائے خالی ہاتھوں کے جن پر چھڑا کر ہم روئے رہتے ہیں۔" حنان مجھے گلتا اللہ انسان کو دو طریقوں سے اپنے قریب کرتا ہے۔

"کون کون سے؟" حنان نے تجسس بھرے لبجھ میں پوچھا۔ اسے اچھاگل رہا تھا نورِ عرش کو سننا۔
"ایک انسان کی سن کر۔۔۔ اس کی خواہشات کو پورا کر کے۔۔۔ اور دوسرا اسے اپنی سنا کر۔۔۔ اور یقین کرو جب
وہ اپنی سنا تانہ تو لوگ جلدی اس کے پاس جاتے ہیں۔ رو رود کرد عائیں مانگتے۔۔۔ کہ ہماری دعا سن لے یارب۔۔۔
"نورِ عرش ایک ٹرانس کی کیفیت میں بول رہی تھی۔

حنان پہلی بار اس طرح دیکھ رہا تھا۔

"تو اس سے پہلے تم دکھ میں رب کے پاس جاؤ اس سے اچھا خود سے چلے جاؤ۔ نور نے اسے اٹھاتے ہوئے کہا تھا۔
"پہلے مجھے یہ بتاؤ تم نور رہی ہونا۔۔۔"

"کیوں" حنان کے سنجیدہ لبجھ پر وہ چوکی تھی۔ "وہ اس لیے کے اتنی سریں با تین اسے آتی نہیں ناں تو چ بتاؤ
کون ہو تم۔۔۔ کہیں کوئی بھوت ووت تو نہیں۔" بات کرتے کرتے آخر میں اس کا لبجھ شریر ہوا تھا۔

"ہاں میں چڑیلیں ہی ہوں تمہارا خون پینے آئی تھی پر وہ بھی تمہاری طرح سڑا ہوا ہی ہو گا اس لیے اب میرا موڑ
نہیں نکلواب"

نورِ عرش نے اسے دکھ دیتے ہوئے کہا تھا۔

"اوکے اوکے"

☆☆☆☆☆

"نور کیا مسئلہ ہے۔۔۔ کیوں انکار کر رہی ہو۔۔۔ اتنا اچھا ہے میرا بھائی۔"

ہیر کو نور کے انکار کا پتہ چلا تو اسے سمجھانے آئی تھی۔ جبکہ نورِ عرش مسلسل اسے گھورے جا رہی تھی۔
"تم تو بات ہی نہ کرو مجھ سے۔۔۔ خدار عورت۔۔۔ کیسے پارٹی بدی ہے تم نے۔۔۔ ایک منٹ میں اپنی بھائی کی
سامنے پر ہو گئی۔۔۔"

نور کو سخت غصہ تھا اس میں پر جس نے بتایا بھی نہیں تھا کہ وہ آج کیوں آرے ہے ہیں۔

"یار میں نے کیا کیا ہے۔۔۔ ایک بار ٹھنڈے دماغ سے سوچو تو صحیح سب لکنا خوش ہیں۔" ہیر نے اسے ایسو شلن کرنے کی کوشش کی۔

"تم پاگل تو نہیں ہو ہیر وہ کھڑوس انسان جو ہر وقت غصہ کرتا ہے ہر چیز کی پابندی لگاتا ہے مجھ پر۔۔۔ ہمیشہ سڑا ہوار ہتا ہے۔ تم مجھے کہہ رہی ہو میں اس کا سوچوں ۔۔۔۔۔ نور عرش کا غصے سے براحال تھا جب سے اسے پتہ چلا تھا کہ مسٹر کھڑوس کا پروپوزل اس کے لیے آیا ہے۔

"یار مانا بھائی غصے کے تیز ہیں پر وہ تمہاری کیسر بھی تو کرتے ہیں تم یہ بھی تو دیکھو نا اور اتنا بھی خطرناک نہیں ہے میرا بھائی"۔۔۔ ہیر نے منہ بنایا تھا

"ہاں صرف خطرناک نہیں وحشت ناک بھی ہے تمہارا بھائی"۔۔۔ نور عرش کسی صورت بھی شامیر کو صحیح ماننے کو تیار نہ تھی۔۔۔

"یار۔۔۔ میرا بھائی دل کے اچھے ہیں دیکھنا وہ تمہیں بہت خوش رکھیں گے۔" ہیر کے لیے بہت مشکل تھا اسی سر پھری دوست کو راضی کرنا۔

"دل کا میں نے اپار ڈالنا ہے جب زبان ہی موصوف کی کر لیے جیسی ہے"۔۔۔ نور عرش نے گھور کر کہا ساتھ منہ بھی ٹیڑھا کیا جیسے کریلا کھالیا ہو۔

"اور تم اپنی بار بھول گئی جب میں نے تمہارا اس لئکور کے ساتھ رشتہ ہونے سے روکا تھا۔" نور عرش نے آنکھیں چھوٹی کر کے اسے دیکھا تھا ساتھ یاد بھی دلا یا کہ اس نے کیسے اس کی مدد کی جب اہل صاحب کے دوست کے بیٹے کا رشتہ ہیر کے لیے آیا تھا۔

"یار میں کیسے بھول سکتی ہوں وہ سب" ہیر نے تاسف سے کہا۔
ایک سال پہلے:

"نور پلیز تم پکھ کر دو۔۔۔ مجھے نہیں کرنی یہ شادی"

ہیر نے روتے ہوئے اس کے ہاتھ تھامے تھے
 "یا تم انکل کو منع کر دو ناہہ تمہاری مرضی تو پوچھیں گے ہی"۔ نور عرش نے حل بتایا تھا۔
 "نہیں میں پاپا کو منع نہیں کر سکتی"۔ ہیر نے روتے ہوئے نفی میں سر بلا یا تھا۔
 "پھر اب"۔ نور عرش پر بیشان ہوئی تھی۔
 "یا تم کچھ کرو بس میں نہیں کر سکتی یہ شادی"۔ ہیر پھر سے رونے لگ گئی تھی۔
 "اچھا یار کرتی ہوں تم تو رونا بند کرو"۔ ہیر کو ساتھ لگاتے ہوئے وہ سوچنے لگی کہ ایسا کیا کرے کہ وہ خود ہی منع کر دیں اس رشتے سے۔

اور پھر نور محترمہ نے وہ کارنامے کیے کہ ان لوگوں نے کچھ بھی بولے بغیر رشتے سے انکار کر دیا۔
 یہ تو بعد میں شامیر کو پتہ چلا تھا کہ انہیں نمک والی کھیر کھلانی گئی ہے اور ساتھ میں چائے میں نور نے کالمی مرچ ڈال دی اور جب لڑکا ہیر سے ملن گیا تو نور عرش محترمہ نے چشمے اور میک اپ سے ہیر کو اتنا یہار ابنا دیا کہ لڑکا بیچارہ بے ہوش ہوتے ہوئے بچا۔
 اور پھر شامیر خانزادہ نے نور عرش کو دن میں تارے دکھائے تھے اسی بات کی یاد دہانی اب وہ ہیر محترمہ کو کروا رہی تھی۔

☆☆☆☆☆

"امی میر بھائی کدھر ہیں"۔
 ہیر نے صبح سے شامیر کو نہیں دیکھا تھا تبھی الہام بیگم کے پاس پوچھنے آگئی۔
 "بیٹا وہ تو کمرے میں ہے اپنے۔ ایک دوبار میں گئی بھی تھی پر وہ سورہا تھا۔"
 الہام نے فکر مندی سے کہا۔
 "اچھا میں دیکھتی ہوں" ہیر پر بیشانی سے اس کے کمرے کی طرف بڑھی۔

"بھائی یہ کیا طریقہ ہے" شامیر کو جب سے نورِ عرش کے انکار کا پتہ چلا تھا وہ اپنے کمرے سے ہی نہیں نکلا تھا اور اب ہیر کے آنے پر اسے دیکھے گیا۔

"بھائی یار ایسے کیسے چلے گا ادھر وہ ناراض ہے سب سے ادھر آپ مجھوں بنے بیٹھے ہیں۔"

ہیر کو سچ میں غصہ آرہا تھا ان دونوں پر جو اپنی اپنی ضد میں سب کو تنگ کر رہے تھے۔

"بچے ایسا کچھ نہیں ہے میں ٹھیک ہوں بس آفس درک کی وجہ سے ٹھوڑا سر درد ہے۔"

"بھائی دکھر رہا ہے کتنے ٹھیک ہیں مان کیوں نہیں لیتے آپ نور کو پسند کرتے ہیں اور اس کے انکار سے اس حال میں ہیں۔" ہیر کا اشارہ اس کے رفحیلے اور سرخ آنکھوں کی طرف تھا۔

"نہیں بچے آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔" شامیر نے اپنا دفاع کیا تھا۔

"بھائی بس کریں جیسے میں توجانتی نہیں نا آپ کیسے نور کی فکر کرتے ہیں اس کی کیسر کرتے ہو اس کی ہر چھوٹی سی پڑی چیز کا خیال رکھتے ہیں۔"

"وہ تو سب کی ہی کرتا ہوں" شامیر نے ٹالنے والے انداز میں کہا۔

"اچھا جی۔۔۔ بھائی یاد ہے جب نور نے آپ کافیورٹ کے گلار توڑا تھا تو آپ نے اسے کچھ نہیں کہا تھا ایوں آپ کی جان بستی تھی اس میں اور میں نے بس اسے اٹھایا ہی تھا اور مجھے اتنی ڈانٹ پڑی تھی جبکہ نور نے تو اسے توڑا ہی دیاتا بھی آپ نے اسے کچھ نہیں کہا۔"

ہیر نے خاصے جاتے انداز میں کہا۔

"وہ غلطی سے گرا تھا اس سے۔" شامیر نے نورِ عرش کی سائید لیتے ہوئے کہا۔

"بس کریں بھائی اور کتنا جھوٹ بولنا ہے اگر ایسا ہے تو علیزے سے بھی غلطی سے آپ کی شرٹ جملی تھی پھر آپ نے اسے اتنا کیوں بے عزت کیا وہ بھی تو ہماری کزن ہے۔۔۔ میں جانتی ہوں آپ اسے پسند کرتے ہیں اور اب سے نہیں شروع سے۔۔۔" ہیر نے غصے سے کہا۔

"تو اسے کیوں نہیں نظر آیا یہ سب جب تم سمجھ گئی تو وہ کیوں نہیں۔"

"کیونکہ وہ ناسمجھ ہے، اسے تمہارا غصہ تمہاری پابندیاں نظر آتی ہیں۔" غازان جو تھوڑی دیر پہلے ہی آیا تھا اس کی بات سن کر اندر آتے بولا۔ شامیر شر مندہ ہوتے ہوئے نظر میں چرا گیا تھا۔

"ہیر آپ جاؤ ہمارے لیے چائے بنائے کے لاو میں اسے سمجھاتا ہوں۔" غازان نے ہیر کو باہر بھیختے ہوئے کہا۔

"تم کب سے جانتے ہو؟"

شامیر نے شر مندہ سے لجھ میں غازان سے پوچھا۔

"شک تو مجھے شروع سے ہی تھا لیکن یقین تب ہوا جب چار سال پہلے تم پیرس آئے تھے اور نور کی طبیعت خراب ہوئی تھی۔ طبیعت اس کی خراب تھی لیکن بے چین تم تھے راتوں کو اٹھ کر دعاۓ تم نے کی تھیں۔"

اور بار بار کالز کر کے ہیر کو تنگ کرتے تھے کہ بتاؤ مجھے اس کی طبیعت ٹھیک ہے حالانکہ تم خود بھی اس سے پوچھ سکتے تھے لیکن نہیں دی گریٹ شامیر خانزادہ کی ایگو۔ "مجھے کیوں نہیں بتایا؟" غازان نے غصے سے اس سے پوچھا تھا۔

"اگر مجھے یقین ہوتا کہ تم میرا منہ توڑنے کے بجائے میری بات آرام سے سن لو گے تو میں ضرور تمہیں بتاتا"

-شامیر نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

ویسے یہ سچ بھی تھا۔ کہنے کو وہ اس کا یارم تھا لیکن بات جب اس کی پرنسز کی آتی تو وہ دشمن بننے میں دیر نہیں لگاتا تھا۔

"چلو اب اس کو بتاؤ کہ اس کا کھڑوس اس سے کتنی محبت کرتا ہے۔ اپنے غصے کے پیچے پھیپھی فکر دکھاؤ اسے۔"



"مجھے مس کیا تھا؟"

غازان نے ہیر کو دیکھتے ہوئے پوچھا

"نہیں"

"سیر نیسلی۔۔۔ تم نے مجھے یاد نہیں کیا۔۔۔ غازان کو اس جواب کی توقع نہیں تھی۔

"یاد ان کو کیا جاتا ہے جنہیں بھولے ہوں اور آپ ہمیشہ میرے ساتھ تھے ہر لمحہ ہر گھری۔۔۔

دور ضرور تھے لیکن میں نے آپ کو محسوس کیا ہمیشہ۔۔۔

آپ کو پتہ ہے میں نے کتنا انتظار کیا اس لمحے کا۔۔۔ بولتے بولتے ہیر کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

جنہیں غازان نے اپنی انگلی کے پوروں پر چنا تھا۔

انتظار تو اس نے بھی بہت کیا تھا آسان تو اس کے لیے بھی نہیں تھا اس نے بھی ہر لمحہ سب کو یاد کیا تھا اور آج وہ

سب کے ساتھ تھا اور رب نے اس کے انتظار کے بدالے اس کی محبت کو پاکیزہ کر دیا تھا۔

قہوڑی دیر پہلے ہی ان کا نکاح ہوا تھا نورِ عرش کو غازان اور احمد صاحب نے راضی کر لیا تھا اور اب وہ پھولے منہ

سے بیٹھی سب کو گھور رہی تھی۔ سفید شلوار قیض جس کے بازو کہنیوں تک موڑے ہوئے تھے۔

اوپر ہلکے گولڈن کام والی سفید واسکٹ پہنے شامیر نظر لگ جانے کی حد تک پیارالگ رہا تھا۔ بھوری آنکھوں کی

چک ہی الگ تھی جبکہ عنابی ہونٹ بار بار مسکرار ہے تھے غازان نے دونوں کو دیکھ کر ان کی ابدی خوشی کی دعا کی

تھی۔

"تمہیں پتہ ہے ہیر۔۔۔ میں نے ہر جگہ تمہیں سوچا ہے۔۔۔

پیرس کی سڑکوں پر چلتے میر اول کرتا تھا میں ان لمبے راستوں پر اپنی ہیر کا ہاتھ کپڑ کر چلوں۔

تم میرے کندھے پر سر رکھ کر مجھ سے میری ہی شکایت کرو اور میں ہنس کر سنوں۔

تم مجھ سے لڑو۔۔۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر ناراض ہوا اور میں تمہیں اپنے طریقے سے مناؤں۔۔۔

تمہارے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں لے کر میں تمہیں دیکھتا رہوں۔"

غازان کی آنکھوں میں نبی چکی تھی اس نے ہیر کو محبت سے دیکھا جو سانس روک کے اسے سن رہی تھی۔

"تم میرے لیے بہت خاص ہو ہیر---"

میری بچپن کی محبت---،"

اپنا سرہیر کے ساتھ جوڑتے ہوئے غازان نے محبت سے کہا۔

"کیا ہوا؟"

نور عرش جو ٹیس پر کھڑی آسمان کو دیکھ رہی تھی شامیر کی آواز پر مڑی تھی۔

سفید فرماں جس پر گولڈن کام ہوا تھا نیچے سفید کپڑی پہنی بالوں کو کھلا چھوڑے وہ اپنے معصوم سے حسن سے شامیر خانزادہ کا دل دھڑکا گئی تھی۔

"آپ یہاں---" نور عرش کی آواز سے سحر ٹوٹا تھا۔

"ہاں جی میں---"

میں نے سوچا کیوں ناپنی عزیزم کی شکایات دور کی جائیں۔ شامیر نے مسکراتے ہوئے اس کی جانب قدم بڑھائے۔

"اچھا---" وہ اچھا کوئی لمبا کھینختی واپس سے آسمان کو دیکھنے لگی۔

"تاراض ہو---"

شامیر اس کے کندھے پر ٹھوڑی ٹکاتے ہوئے بولا۔

ایک لمحے کو تو نور عرش کا دل ساکت ہوا تھا شامیر کو اپنے اتنے قریب محسوس کر کے لیکن پھر ازی غصے نے اس کی جگہ لے لی تھی۔"

"ہو یانہ ہو۔ آپ کو کیا۔۔۔ جو آپ نے چاہا تھا ہو گیانا۔۔۔ اب میری جان چھوڑ دیں۔۔۔"

نور عرش نے غصے سے اسے پیچھے کرتے ہوئے کہا۔

"یار اتنا غصہ۔۔۔ چلو آج تمہارے سارے شکوئے دور کرتے ہیں۔۔۔"

شامیر نے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے بیڈ پر بٹھاتے ہوئے کہا۔

"دیکھو نورِ عرش میں جانتا ہوں تمہیں غصہ ہے کہ سب کچھ میری مرضی سے ہوا لیکن یاد میں تمہیں کھونہیں سکتا۔۔۔ تبھی یہ سب اتنا جلدی ہوا۔۔۔"

شامیر نے ٹھہرے ہوئے لجھے میں کہا۔

چاند کی روشنی کھڑکی سے ہوتی سیدھانور کے چہرے پر پڑتی اسے اور بھی حسین بنواری تھی۔

"تمہیں میں کھڑوں لگتا ہوں جو ہر وقت تم پر غصہ کرتا ہے پابندی لگاتا ہے۔۔۔ ہے نا۔۔۔" شامیر نے نورِ عرش کی طرف دیکھتے اپنی باتوں کی تصدیق چاہی تھی۔
نور نے بس اسے دیکھا تھا بولی کچھ نہیں۔

"یار میں تمہیں کیسے سمجھاؤں۔۔۔ میں بس تمہاری فکر کرتا ہوں۔۔۔ یہ جو چیزیں تمہیں پسند ہیں ان میں کتنے جرم ہوتے ہیں تم بیمار ہو سکتی ہو۔ اسی لیے روکتا ہوں۔۔۔ میں تمہیں تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا نور۔ اور باہر اس لیے نہیں جانے دیتا کہ میں اس معاشرے کا حصہ ہوں نورِ عرش۔۔۔ میں اسے اپنے سے جانتا ہوں اس معاشرے میں موجود بھیڑیوں کو جو ہر وقت معصوموں کو نوچنے کو تیار رہتے ہیں۔۔۔ میں نہیں چاہتا کہ تمہیں کوئی نقصان پہنچ جائے۔۔۔" شامیر نے اس کے ہاتھ تھامے تھے۔ اس بار نور نے کوئی احتجاج نہیں کیا تھا جس پر شامیر کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔۔۔

"تم میرے لیے بہت اہم ہو نورِ عرش۔ مجھے لگتا ہے میں تمہارے عشق میں پاگل ہو چکا ہوں۔۔۔"

جب تم مجھ سے بات کرتی ہو میں کھوسا جاتا ہوں۔۔۔

مجھے آس پاس کا کوئی ہوش نہیں ہوتا۔ دل کرتا ہے بس تمہیں ہی سنتا رہوں۔۔۔ اگر تم میرے پاس نہ ہو تو مجھے بے چینی سی رہتی ہے کہیں سکون نہیں ملتا۔۔۔

تم میر اسکون ہو نورِ عرش۔۔۔"

نورِ عرش ساکن سی اسے دیکھ رہی تھی اس نے کب دیکھا تھا شامیر خانزادہ کا یہ روپ--- اس نے کب سوچا تھا
اس کا ہر وقت سڑوسار ہے والا کھڑوس اس سے اتنی محبت کرتا ہو گا
”تم میرا عشق ہو نور---“

شامیر نے اس کے ماتھے پر بوسہ دیتے ہوئے کہا---
نورِ عرش پہلی بار مسکراتی تھی۔ اسے عجیب سا سکون ملا تھا شامیر کے لمس سے۔ دلِ اللہ ہی لے پر دھڑ کا تھا۔
”اگر آپ دونوں کاروٹھنا منانا ختم ہو گیا ہو تو یقینے آجائیں سب بلار ہے ہیں“
خان جو بھی ابھی آیا تھا ان کو نگ کرتے ہوئے بولا نورِ عرش نے شرمندہ ہوتے ہوئے اسے گھورا تھا۔
☆☆☆☆☆

”چلیں میر بھائی آج اپنی عمر بھر قید کے غم میں ایک گانساندیں--- خان کی بات پر سب ہنسے تھے جب کہ
نورِ عرش نے اسے تھپٹ مارا تھا جو شامیر کا گثار تھا میں اسی سے گانسانے کی فرمائش کر رہا تھا۔
”نہیں یار پھر کبھی شامیر نے منع کیا تھا“
”سنادے میر“ غازان نے بھی اصرار کیا تھا۔
”اچھا بتاؤ کون سا سنسنوجے“

شامیر نے خان سے گثار لیتے ہوئے پوچھا تھا۔
”کوئی بھی اپنی مرضی سے سنائیں بھائی---“ ہیر بھی پر جوش سی ہوتی بولی تھی۔
چل دیا۔---
دل تیرے پیچھے پیچھے۔---
دیکھتا میں رہ گیا۔---
کچھ تو ہے تیرے میرے درمیان۔---

جو ان کہا سارہ گیا۔

نظر وں کو نورِ عرش پر ٹکائے وہ اک جزبے سے گا رہا تھا۔

میں جو کبھی کہہ نہ سکا۔۔۔

آج کہتا ہوں پہلی دفعہ۔۔۔

دل میں ہو تم۔۔۔

آنکھوں میں تم۔۔۔

پہلی نظر سے ہی یارا۔۔۔

اس کی خوبصورت آواز کے سحر میں سب جکڑے ہوئے تھے۔

دل میں ہو تم

آنکھوں میں تم

پہلی نظر سے ہی یارا

یہ عشق کی ہے سازشیں

لو آملے ہم دوبارہ۔۔۔

ہر لفظ شامیر کے دل کی عکاسی کر رہا تھا۔

سر پھر اسامیں مسافر۔۔۔

پاؤں کہیں ٹھہرے نہ میرے

پھر میری آوارگی کو۔۔۔

آنے لگے خواب میرے

یہ پیار بھی کیا قید ہے

کوئی ہونا نہ چاہے رہا۔۔۔

شامیر نے مسکراتے ہوئے نورِ عرش کو آنکھ ماری تھی۔ جس پر وہ بے چاری بس گھور کر رہا گی۔

دل میں ہوتم

آنکھوں میں تم

پہلی نظر سے ہی یارا۔۔۔

سب کی تالیوں کی آواز پر نورِ عرش ہوش میں آئی تھی۔ ماتھے پر بکھرے بال کھڑی مغور ناک عنابی ہونٹ، وہ مسکراتے ہوئے نورِ عرش کے پاس آ کر بیٹھا تھا وہ شہزادوں سا حسن رکھنے والا مرد اس کا نصیب تھا نورِ عرش کی آنکھیں تنکر کے احساس سے نم ہوئی تھیں۔

بے اختیار ہی وہ شامیر کا ہاتھ تھام گئی۔ وہ مسکرا یا تھا اس کے یوں ٹکٹکی باندھ کے دیکھنے پر۔

"اب آپ کی باری غازان بھائی

حثان غازان کا بازو پکڑتے ہوئے بولا۔

"نہیں یار مجھے معاف رکھو مجھ سے نہیں گانے ہوتا۔"

غازان نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔

"چلو تم گانا نہ سی گزل ہی سنادو شاعر صاحب"

شامیر نے شریر سے لجے میں اپنابدلہ اتنا راتھا۔

"مجھے وہ بھی نہیں آتی غازان نے دانت پیتے ہوئے اسے گھورا تھا۔ جو سب کے سامنے اس کا راز فاش کر رہا تھا۔

"اچھا جی۔۔۔ پھر میں ہیر کو تمہاری ڈائری دکھاد دیتا ہوں۔" شامیر نے آہستہ سے اس کے کان میں سر گوشی کی تھی۔

"مر و تم" غازان اسے گھورتے ہوئے سب کی طرف متوجہ ہوا جو اس کے ہی بولنے کے منتظر تھے۔

"یہ غزل میری ہیر کے نام"

غازان نے مسکراتے ہوئے ہیر کو دیکھا تھا جو سب کے سامنے اس طرح بولنے پر شرمندی تھی۔
نور اور حنان نے بھرپور ہونگ کی تھی۔

"وہ تو ہمیں پتہ ہی ہے لالہ اب آپ ہمارے لیے تو شاعری کرنے سے رہے۔" حنان نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

وہ شخص مجھے پیارا ہے اسے کہنا
میرے جینے کا سہارا ہے اسے کہنا

لوگ بہت سے پیارے ہیں مجھ کو
مگر وہ سب سے پیارا ہے اسے کہنا

محبتیں شکایتیں عدا تو تیں اسکی
مجھے سب گوارا ہے اسے کہنا

چاہنے والے اور بھی ہیں لیکن
مجھے صرف انتظار تمہارا ہے اسے کہنا

ہیر جو غازان کو نخلی سے دیکھ رہی تھی۔ آخری مصرع پر شرم سے سر جھکا گی۔
"آپ سب کو احمد صاحب بلارہے ہیں۔" وہ سب جو غازان اور ہیر کو نگ کر رہے تھے خالہ بی کی آواز پر لاڈنچ کی
جانب بڑھے جہاں سب بڑے اپنی باتوں میں مشغول تھے۔

"نور عرش تما بار یا آنکھاوم کانوار اہاوے"

(نورِ عرش آپ میری آنکھوں کا نور ہیں۔)

سب کو اندر جاتا دیکھ شامیر نور عرش کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

از قلم عنیشیاء بتول



هم صورت گر کچھ خوابوں کے

آج اسے آفس سے نکلتے نکلتے کافی دیر ہو گئی تھی، آج کل نہایت اہم کیس پر وہ کام کر رہا تھا۔ گاڑی پورچ میں کھڑی کر کے باگیں ہاتھ پر بند ہی گھٹری پر نگاہِ دوزائی، شام کے چارنگ رہے تھے۔

"بہت دیر ہو گئی آج تو!" وہ خود کلامی کرتا ہوا سیدھا کچن کی جانب بڑھ گیا۔

"رامو کا جلدی کھانا گرم کر کے میرے کمرے میں لائیں۔" جس تیزی سے وہ کچن میں داخل ہوا اتنی ہی تیزی سے وہ حکم دیتا ہر نکل گیا۔ کچھ ہی دیر میں رامو کا کاثرے لئے اندر داخل ہوئے۔

"آپکا بھی کھانا نگاہوں بیٹھی؟"

"نہیں میں پہلے شاور لو زگا، آپ آرام کریں میں کھانا خود لے لو زگا۔" وہ مسکراتا ہوا کھڑا ہو گیا۔ دروازہ بند ہوتے ہی اس نے استدی روم کی راہی، سامنے فرش پر بچھا تالین سائز بیڈ پر کیا اور ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر آہستہ سے دروازے کیا۔ دروازہ بغیر کسی آواز کے کھلتا چلا گیا۔ یہ ایک تہہ خانہ تھا۔ یہی جاتی سیڑھیوں پر جما کر قدم رکھتا وہ یہی اتر آیا، کمرہ خوابناک منظر پیش کر رہا تھا۔ جہازی سائز بیڈ پر وہ آڑی تر چھپی لیٹی شاید سورتی تھی۔

"جو اہر۔۔ جو اہر" وہ کسماتی ہوئی نیند میں ڈوبی آنکھیں کھول کر اُٹھنے کی کوشش کرنے لگی لیکن نقاہت اتنی تھی کہ دوبارہ نیم دراز ہو گئی

"کیا ہوا طبیعت تو ٹھیک ہے؟" وہ تیزی سے آگے بڑھ کر اُسے اُٹھنے میں مدد دینے لگا۔

"جی، بس صبح سے کچھ کھایا نہیں اسلئے شاید کمزوری ہو رہی ہے"

"سو سوری، آج مجھے بہت دیر ہو گئی، آئندہ ایسا نہیں ہو گا پکا۔ چلو یہ کھانا کھاؤ" ہارون نے ٹرے اُسکی طرف جیسے ہی کھسکائی وہ کسی چھوٹے بچ کی طرح کھانے کے ساتھ انصاف کرنے لگی۔ وہ بے اختیار مسکرا دیا۔ کچھ بھی تھا وہ لڑکی اُسکے لئے اہم ہوتی جا رہی تھی

"اور سیٹ ہو یہاں؟ گھر کیساں گا؟"

"کیا بتاؤں کافی لمبی فہرست ہے۔ ستون ہیں جو ایک ہی جگہ کھڑے رہتے ہیں، کتابیں جو اپنی جگہ سے ایک انج نہیں ہلتیں۔ پنکھے کی رفتار خاصی تیز ہے۔ اے سی کی کوئنگ بھی میرے حساب سے کم زیادہ ہو جاتی ہے۔ کافی کچھ ہے یہاں دیکھنے اور محسوس کرنے کو" وہ اپنی سرخ ہوتی ناک کو رگڑتے ہوئے بولی تو ہارون کا چھپت پھلاڑ قہقہہ کمرے کی خاموش نضامیں گونج اٹھا

"بس کچھ دن کی پریشانی ہے اُسکے بعد انشاء اللہ سب ٹھیک ہو جائیگا"

"پھر آپ مجھے آزاد کر دیں گے؟"

"کیا یہ قید اُس قید سے بہتر نہیں جس سے رہائی دلا کر تمھیں یہاں لا یا ہو؟" وہ اُسکے چہرے کے انтар چڑھا کو بغور دیکھ رہا تھا جہاں ایک تاریک سایہ سالاہر ایا۔

"مجھے میرا ماضی مت یاد دلایا کریں پلیز! میں جانتی ہوں آپکے بہت احسانات ہیں مجھ پر، ایک احسان اور کردیں کہ ماضی کو مت گریڈ اکریں"

"میرا وہ مطلب ہر گز نہیں تھا، تم غلط سمجھ رہی ہو!"

"میں جانتی ہوں جس جگہ سے میرا تعلق رہا ہے مجھے کوئی بھی عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھے گا" وہ کھانے سے ہاتھ کھینچ پھر تھی۔

"ایسا سوچا بھی کیسے تم نے؟ میری کسی بھی حرکت سے تمھیں ایسا محسوس ہوا تو میں معافی مانگتا ہوں لیکن یقین جانو تم میرے لئے بے حد قابل احترام ہو" وہ اسکا ہاتھ تھامتا ہوا بولا جسے آہستگی سے جواہر نے چھڑایا۔ "میں کچھ دیر آرام کرنا چاہتی ہوں" وہ اپنی بات پوری کر کے اٹھی اور با تھرم کی طرف بڑھ گئی ہارون بے بُی سے اُسے جاتا دیکھتا ہے۔ ہمیشہ کچھ نہ کچھ ایسا ہو جاتا تھا جو اُسے اُداس کر دیتا تھا۔ وہ ناچاہتے ہوئے بھی آج ایک بار پھر غلط جملہ بول گیا تھا۔



"اسلام علیکم باباجان!" وہ فالکوں میں منہ دیئے بیٹھا تھا جب اسکا فون بجا، اسکرین پر آرفین بخاری کا نام جگمگارہا تھا۔

"و علیکم اسلام کیسے ہو؟ جواہر کیسی ہے؟"

"ہم ٹھیک ہیں؟ آپ سب کیسے ہیں؟"

"ہماری چھوڑو تم یہ بتا دیجیا کو حویلی کب لیکر آرہے ہو؟ اتنا عرصہ ہو گیا اُسے دیکھا نہیں، دل بے چین رہتا ہے" اُنکے لمحے میں باپ کی شفقت جملک رہی تھی۔

"بaba بھی کیسے لا سکتا ہوں؟ ابھی اسے وہاں لانا مناسب نہیں"

"مکمال ہے یار، ایک پولیس افسر ہو کر اتنا ذرر ہے ہو، تمہارے پاس تو ایک سو ایک طریقے ہونے چاہیے میری بیٹی کو مجھ تک لانے کے"

"آپ خود آجائیں نا" وہ نہ کر بولا۔

"تمہاری ماں کی طبیعت صحیح نہیں رہتی اسلئے میر آنا مشکل ہے۔ وہ بھی تمحیص یاد کرتی رہتی ہے، بس تم اگلے ہفتے یہاں آرہے ہو"

"لیکن بابا۔"

"میں کچھ نہیں سنوں گا۔ جواہر کو لیکر فوراً یہاں پہنچو!" آرفین بخاری نے اُسکی بات کاٹتے ہوئے حکم صادر کیا اور نون بند کر دیا۔



ہارون نے جواہر کو پیکنگ کرنے اور اپنے آپ کو اچھی طرح سے کور کرنے کی ہدایت دی تھی۔ وہ اُسکی ہربات پر سر تسلیم خم کرتی گاڑی میں آبیٹھی۔ وہ یچھے ملازم کے ساتھ سامان رکھوا کر ڈرائیور گ سیٹ پر آبیٹھا۔ نظر برابر میں بیٹھی جواہر پر پڑی، وہ اس وقت خود کو پورا کالی چادر میں چھپائے حیا اور پاکیزگی کا پیکر لگ رہی تھی۔ چہرے کو بھی اپھسے سے ڈھانپا ہوا تھا، صرف کالی گہری آنکھیں دکھائی دے رہی تھیں۔

"گلڈ گرل"

"میں یہ بیشمہ سے لیتی ہوں" وہ اپنے حجاب اور چادر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سادگی سے بولی۔

"تمہاری تربیت یقیناً بہت بہترین انداز میں ہوئی ہے" وہ اُسے سراہے بنانہ رہ سکا۔

"ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

"یہ تمہارے لئے سر پر اترے ہے" اسکا مسکرانا جواہر کو الجھا گیا، لیکن کچھ بھی مزید پوچھنے کا ارادہ ترک کر کے وہ باہر گزرتے نظاروں کو دیکھنے لگی۔ شہر سے باہر نکل کر باعیں طرف جگل شروع ہو چکا تھا۔ دائیں طرف بر گد کے درخت اپنی گھنیری چھاؤں میں پوری سڑک کو لپیٹھے ہوئے تھے۔ کچھ گھنٹوں بعد جانے پہچانے راستے دیکھ کر اُسے احساس ہوا کہ وہ لوگ لاہور کی طرف نکل پڑے ہیں۔

"ہم۔۔۔ ہم لاہور جا رہے ہیں؟"

"تمہیں کیسے پتا؟" خوشنگوار حیرت کے ساتھ اس نے مڑ کر جواہر کو دیکھا لیکن اسکے چہرے پر اڑنے والی ہوا یا اسے پریشان کر دینے کیلئے کافی تھیں۔

"مم۔ مجھے نہیں جانتا۔ مجھے نہیں جانتا۔ اپس" وہ دروازے کو اپنے ہاتھوں سے کھولتی نفی میں سر ہلانے لگی۔ "ارے؟" اس نے جیسے ہی گاڑی سائیڈ پر لگا کر روکی وہ تیزی سے اپنی طرف کا دروازہ کھول کر نیچے اتر آئی، ہارون بھی پھرتی سے اتر کر اسکی طرف آیا اور اسکے بھائے کی ساری راہیں منقوص کرتا اسکے سامنے کھڑا ہو گیا "کیا بات ہے تم اتنی سہبی ہوئی کیوں ہو؟"

"آپ مجھ سے نگ آگئے ہیں نا؟ اسلئے واپس وہیں پھیکنے جا رہے ہیں جن بدنام گلیوں سے میں جان بچا کر آئی تھی" اسکی آواز رندھ گئی وہ بے آواز رونے لگی۔

"بس اتنا ہی اعتبار ہے مجھ پر؟" وہ خاموش رہی۔

"ادھر آؤ یہاں بیٹھو!" وہ اسکا پاتھ تھام کر نزدیک پڑے ایک بڑے سے پھر پر بٹھا کر خود اسکے سامنے دوز انو ہو کر بیٹھ گیا۔

"باباجان تم سے ملا چاہتے ہیں، انکا حکم ہے کہ تمھیں فوراً حیلی لے آؤں اور یہی سر پر ائز تھام کر لئے۔

تمھیں لے کر وہیں جا رہا تھا تاکہ تم سب سے مل سکو، لیکن شاید تم مجھے اعتبار کے قابل نہیں سمجھتی"

"جس کی پوری زندگی ڈرتے، سختی اور تاریکی کے سامنے میں گزری ہو وہ کسی پر کیسے اعتبار کر سکتی ہے۔ ہر روز موت کو قریب سے دیکھتی آئی ہوں، ہر پل کچھ چھن جانے کا خوف مجھے چین نہیں لینے دیتا۔ میں معافی چاہتی ہوں میری وجہ سے آپ کو بہت زحمت اٹھانی پڑتی ہے۔ زبردستی مسلط کر دی گئی ہوں آپ پر!" اسکے رونے میں مزید روانی آگئی تھی۔

"بہت سوچتی ہو تم۔ اتنا ذہن پر زور مت دیا کرو صحت کیلئے اچھا نہیں" وہ ماحول کی ادا سی کو کم کرتا اسکے آنسو پوچھنے لگا۔

"آپ بہت اچھے ہیں، وہ لڑکی خوش نصیب ہو گئی جسے آپ کا پیار ملے گا" وہ بے ساختہ بول گئی تھی۔

"خوش نصیب تو وہ ہے!" وہ شرارت سے اسکی گہری آنکھوں میں جھانگتا ہوا بولا۔

"کیا واقعی؟ آپ کسی سے محبت کرتے ہیں؟"

"ہاں شاید!"

"کون ہے وہ؟"

"بس ہے کوئی!" وہ اسے چھیڑنے لگا۔

"بتابکس ناپلیز"

"تم۔۔" اسکے جواب پر وہ بہت زور سے ہنسی تھی۔

"مذاق اچھا کر لیتے ہیں آپ"

"مذاق نہیں کرتا میں۔ سیر لیں بندہ ہوں!" وہ سنجیدگی سے گویا ہوا جواہرنے پل بھر کیلئے اسکی آنکھوں میں دیکھا اور پھر نظریں جھکالیں، ان پانی رنگ آنکھوں میں نئی امیدوں کا ایک سمندر موجزن تھا، اسے لگا اگر وہ ان گہری نیلی آنکھوں میں دیکھتی رہی تو اس میں فنا ہو جائیگی۔ وہ یہ نہیں کر سکتی تھی، اس شخص کے بہت احسانات تھے اسکی زندگی پر اور وہ اس بات کا ناجائز فائدہ ہرگز نہیں اٹھا سکتی تھی۔ خاموشی سے بنا کچھ کہتی واپس گاڑی میں آیتھی۔ آگے کا سفر طویل خاموشی میں گزر اتھا۔

حویلی کے دیو قامت ستون دور سے دکھائی دینا شروع ہو چکے تھے۔ گاڑی سبک روی سے چلتی ہوئی ڈھلان عبور کرتے اب بڑے گیٹ سے اندر داخل ہو چکی تھی، گاڑی کے دونوں اطراف خوبصورت سرسوں کی فصلیں موجود تھیں جو ماہول میں زردی گھول رہی تھیں۔ بلکی چھلکی بات چیت کے دوران گاڑی گیٹ کے سامنے آکر رکی جہاں انکاشا ندار استقبال کرنے آرفین بخاری پہلے سے موجود تھے۔ گاڑی سے اترتے ہی انھوں نے آگے بڑھ کر جواہر کو گلے لگایا اور شفقت بھرا ہاتھ اسکے سر پر رکھا۔

"کیسی ہے میری بیماری بیٹی؟ بہت یاد کیا تمھیں"

"میں بالکل ٹھیک ماموں جان آپ کیسے ہیں؟"

"غالباً میں بھی موجود ہوں یہاں"

وہ ان دونوں کو باتوں میں مگن دیکھ کر منہ بناتا ہوا بولا تو دونوں کا باجماعت قہقہہ گونجا۔ بخاری صاحب اپنے بیٹے کی طرف گھومے اور اسے بازوں میں بھینچ لیا۔

"میرا ہارون، میرا رائیٹ بینڈ آگیا"

خوش گپیوں میں مصروف وہ تینوں ملازم کو گاڑی سے سامان اتارنے کی ہدایت دیتے اندر کی طرف چل دیئے۔ ابھی گھر کے اندر قدم رکھا ہی تھا کہ کسی کی پاندار آواز نے ان تینوں کو مجمد کر دیا۔

"خبردار جو اپنے ناپاک پاؤں اس گھر کی دلیز پر رکھے" جو اہر وہیں ساکت ہو گئی تھی۔ ہارون کی گرفت اسکے ہاتھ پر کچھ مزید سخت ہوئی۔

"لالی یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ؟"

"بالکل ٹھیک کہہ رہی ہوں اسے اندر لانے کی جرت بھی مت کرنا نجات کو نساندھا خون ہے"

"آگئینے!" بخاری صاحب کی گرجدار آواز سے پورے ہال میں سناثا چھا گیا۔

"اپنی زبان کو لگام دو، یہ بیٹی ہے اس گھر کی جتنا یہ گھر تمھارا ہے اتنا ہی اسکا بھی ہے"

"ہونہہ میرے تو پاؤں کی دھول بھی نہیں ہو سکتی یہ حرافہ، بھگوڑی ماں کی بھگوڑی بیٹی"

"لالی بس۔ اس سے آگے ایک لفظ نہیں۔ یہ میری بیوی ہے اور مجھے بے حد عزیز ہے۔ اسکے کردار کے بارے میں کوئی بات برداشت نہیں کرو ہگا"

"یہ جو نا سور تم دونوں باپ بیٹے پال رہے ہونا، دیکھنا بہت جلد یہ تمھیں ہمیڈس لے گی کیونکہ ہر بیٹی اپنی ماں کا ہی عکس ہوتی ہے" یہ کہہ کروہ رکی نہیں تھی لمبے لمبے ڈگ بھرتی سیڑھیاں عبور کر گئی۔ اور وہ وہاں خاموش تماشائی بنی زندہ لاش کی طرح کھڑی کی کھڑی رہ گئی تھی۔

"ہارون تم اسے اندر لے جاؤ اور انعمتا سے ملوا کب سے تم دونوں کی راہ دیکھ رہی ہے۔ میں آگئیں کو دیکھتا ہوں" باباجان کے آگے سر تسلیم خم کرتا وہ جواہر کو لئے اپنی بی بی جان کے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔
"تم ٹھیک ہو؟"

"بھی"

خود کو کمپوز کرنا تو وہ بچپن سے جانتی تھی لیکن آج جس کرب سے وہ دوچار ہوئی تھی یہ کچھ نیا تھا۔ یہ وہی جڑواں بہن تھیں جس کا ذکر اکثر اسکی امی کیا کرتی تھیں۔ وہ ہو بہو اسکی ماں کی شکل کی تھیں اور اسی لئے انکے منہ سے ادا ہونے والے جملے اسے آج ایک نئی تکلیف سے روشناس کر گئے تھے۔ کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوتے ہارون نے اسے کن اکھیوں سے دیکھا۔ بظاہر وہ نارمل نظر آ رہی تھی لیکن وہ جانتا تھا کہ اسکی چیزیں لالی کی باتوں سے وہ کتنا ہرث ہوئی ہے۔ انہتے دیکھتے ساتھ ہی اُن دونوں کو گلے گالی، آگئیں کے بر عکس اُنکارویہ بالکل مختلف اور ڈھیروں شفقت لئے ہوئے تھا۔ یہ ہارون کی ماں تھیں۔ اُن سے ڈھیر سارا بیار و صول کر کے وہ اپنے کمرے میں آگئی، کچھ سفر کی تھکان اور حالات کی ستم ظریفی کہ وہ نہاد ہو کر بیٹی پر لیٹتھے ہی گھری نیند کی وادیوں میں اتر گئی۔ اسکی نیند کا تسلسل کمرے کے باہر سے آتی تیز آوازوں نے توڑا تھا۔

"میں کبھی معاف نہیں کر سکتی اُس منحوس کو جو میری زندگی کی ساری خوشیوں کو کھا گئی۔ نہ میں اُسے معاف کر سکتی ہوں نہ اسکی اس بے غیرت بیٹی کو"

"لالی پلیز! اس میں اُس معصوم لڑکی کا کیا تصور ہے، کسی اور کے کئے کی سزا آپ اُسے نہیں دے سکتیں" وہ اسکا وکیل بنالٹر رہا تھا۔

"معصوم ہونہہ اوہ کوئی اور نہیں اسی کی ماں تھی اور ایک بد کردار عورت کی بیٹی کبھی باکردار۔" "میں آپکو بتا رہا ہوں آپ دوبارہ میری بیوی کیلئے ایسے الفاظ استعمال نہیں کریں گی بس" وہ تیز لمحے میں کہتا آگے

بڑھنے لا جب آگینے نے اُسکا بازو دبوچا۔
"تم اُس کل کی آئی لڑکی کیلئے مجھ سے بد تمیزی کر رہے ہو؟ اپنی لالی سے؟" انکی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی،
ہارون کو انھوں نے اپنی اولاد کی طرح پالا تھا۔

"میں بد تمیزی نہیں کرنا چاہتا لالی۔ جواہر میری حفاظت میں دی گئی ہے اور جب تک زندہ ہوں اُسکی حفاظت کرتا رہوں گا۔ آپ پلیز اُس سے بدگمان مت ہوں، اُسے جانچ کر دیکھیں وہ بہت پیاری لڑکی ہے محبت کرنے لائق" وہ آگینے کو اپنے ساتھ لگائے دلی جذبات کا اظہار کر رہا تھا یہ جانے بنانا کہ اندر کھڑی جواہر کی آنکھیں اپنے لئے اتنی عقیدت دیکھ کر بہنے لگی تھیں۔ زندگی میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن سے ہمارا کوئی مفاد نہیں جڑتا ہوتا لیکن وہ ہمارے لئے اہم ہو جاتے ہیں۔ اندر ہیری شب میں کسی چیکتے ہوئے جگنوکی مانند۔ اظہار بے نام سا تعلق لیکن سب سے جد اس سے اہم محسوس ہوتا ہے۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ کس بھی وقت اس خوبصورت رشتے کی ڈورہاتھ سے چھوٹ جائے گی پھر بھی وہ ہمیں عزیز ہوتے ہیں، ہوتے ہیں ناکچھ ایسے خوبصورت لوگ جو دل کے کونے میں خاموشی کے ساتھ جگہ بنالیتے ہیں اور وہیں بس جاتے ہیں۔ اس بے نام سے رشتے نے دونوں کے دلوں میں محبت کی مشتعل روشن کرنی شروع کر دی تھی۔

☆☆☆☆☆

وہ کچھ میں کھڑی ناشتہ بنا رہی تھی جب آگینے نے اسکا ہاتھ میں کچڑا باول کھینچ کر نیچ پھینک دیا۔ ایک زور داد چینچ جواہر کے منہ سے نکلی جسے آگینے کے تھپٹنے اُسکے حلق میں ہی روک دیا۔
"لالی آپ!"

"مت لو اپنی گندی زبان سے میر انام۔ بے شرم تھاری ہمت کیسے ہوئی کچن میں قدم رکھنے کی، اب ہم بد کردار عورتوں کے ہاتھوں سے بناؤ کھانا کھائیں گے"

"میں بد کردار نہیں ہوں! اُسے اپنی آواز کسی زندان سے آتی محسوس ہوئی۔
بکواس بند کرو۔ جسکی ماں آدھی رات کو گھر سے اپنے یار کے ساتھ بھاگ گئی ہوا اور اسکی بیٹی بھی بھاگ کر آئی ہو
اس کا کیا کردار ہو گا" وہ خاموش رہی اُسکے پاس کہنے کیلئے شاید کچھ بھی نہیں تھا۔
"اب بولو چپ کیوں ہو؟ گھر سے بھاگی ہوئی لڑکیوں کی کوئی اوقات نہیں ہوتی، وہ معاشرے میں جانتی ہونا کس نام سے جانی جاتی ہیں؟ تم بجائے یہاں آنے کے کسی کو ٹھہے۔"

"خدا کیلئے چپ کر جائیں ورنہ میر ادل پھٹ جائیگا۔ میری ماں گھر سے بھاگی ضرور تھی لیکن وہ بد کردار نہیں تھی۔ اس ایک غلطی کا قرض اپنی زندگی کی ہر تاریک رات میں خود کو پیچ کر داکیا ہے انہوں نے لیکن مجھ پر کبھی آنچ نہیں آنے دی" وہ زار و ظار رو نے لگی، جب اُسے اپنے کندھے پر کسی کے مضبوط ہاتھوں کا باہا محسوس ہوا۔
"یہ بھاگ کر نہیں آئی میں اسے عزت کے ساتھ نکاح کر کے اس گھر میں لا یا ہوں۔ یہ اپنی ماں کی دعاؤں کے سامنے میں رخصت ہوئی ہے۔ خدا اپنے بندوں کو معاف کر دیتا ہے لیکن لوگ معاف نہیں کرتے۔ مجھے آپ سے یہ امید نہیں تھی لालی، میں اسے کل ہی یہاں سے لے کر چلا جاؤں گا" وہ اپنی بات کہہ کر رکا نہیں تھا۔ جو اہر کا ہاتھ پکڑ کر وہ اُسے اپنے کمرے میں لے آیا۔

"لालی دل کی بُری نہیں ہیں، بس حالات نے انھیں ایسا بنا دیا ہے۔ جو کچھ بھی ہو اُسکیں انکا بھی بہت نقصان ہوا ہے۔ پارس پھچوکے یہاں سے جانے کے بعد لالی کے سرال والوں نے طلاق بھیج دی اور وہ ساری زندگی کیلئے اسی دہلیز پر بیٹھی رہ گئیں۔ انکی طرف سے میں معافی مانگتا ہوں"

"پلیز آپ معاف نہ مانگیں۔ ٹھیک ہی کہہ رہی تھیں وہ، مجھ جیسی لڑکیاں داغ ہی تو ہوتی ہیں، ہمیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ ہم اپنے کالے نصیب لے کر کسی کی زندگی کو داغدار کریں۔ امی اور ماہوں نے اچھا نہیں کیا آپکے ساتھ، مجھے آپ پر زبردستی مسلط کر کے۔"

"ہشش۔" ہارون نے شہات کی انگلی اسکے ہونٹوں پر رکھی

"تم سے کس نے کہا کہ زبردستی کی گئی ہے میرے ساتھ؟ تم سے شادی کرنا میراذلتی فیصلہ تھا" اسکی بات پر وہ حیرت زدہ سی اُسے دیکھے گئی۔

"اس طرح مت دیکھو، کتنی بار گھاٹل کرو گی؟" وہ ہشاش بشاش سامسکرا تاہو اکتنا اچھا گل رہا تھا۔ جواہر بے یقینی سے اُسے دیکھ رہی تھی جب وہ دوبارہ بولا۔

"ہاں جواہر! تھیں دیکھتے ہی دل نے ہاں کر دی تھی۔ جب باباجان نے مجھے تمہارے بارے میں بتایا تب میں نے ہی انھیں تم سے شادی کرنے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ پہلی نظر میں ہی بھائی تھی تم مجھے"

"لیکن کیوں؟ کیا آپ کسی ایسی لڑکی کو ساری زندگی اپنے ساتھ رکھ سکتے ہیں جس کیلئے لوگ طرح طرح کی باتیں کرتے ہوں؟ جس کا کردار مغلکوں کا ہے؟ جس کا حسب نصب ایک گالی سے زیادہ نہ ہو؟"

"لوگ تمہارے بارے میں کیا سوچتے ہیں مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، میں تمہارے ساتھ ساری زندگی گزارنا چاہتا ہوں، تم سے محبت کرنا چاہتا ہوں اپنی آخری سانس تک۔ دو گی میرا ساتھ؟" ہارون نے اپنے دونوں ہاتھ اسکے آگے پھیلادیئے تھے۔ دو شفاف موتوی جواہر کی آنکھوں سے لڑک کر اسکے دو پٹے میں جذب ہو گئے۔

"آپ مجھے کبھی چھوڑیں گے تو نہیں نا؟" وہ اپنائک پکپا تاہو ابا تھ اسکے ہاتھوں پر رکھتے ہوئے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ کچھ چھن جانے کا خوف اسکی آنکھوں سے عیاں تھا۔

کون کہتا ہے محبت ایک بار ہوتی ہے
میں جب جب اُسے دیکھتا ہوں بار بار ہوتی ہے!

"تم میری زندگی کا سب سے انمول اور قیمتی زیور ہو جواہر، بالکل اپنے نام کی طرح جسے میں کبھی کھونا نہیں چاہتا" اپنی حیب سے چھوٹی سی محملی ڈبیا سے انگوٹھی نکالی اور اسکی نازک مخوطی انگلی میں پہنادی، محبت کا بہت سادہ لینکن خوبصورت اظہار تھا۔ آج جواہر کو حساس ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے آپ صبر کرنا سیکھ لیں، وہ سب جانتا ہے، وہ جانتا ہے کہ آپ کن کن وقوتوں سے گزرے ہیں، یقیناً وہ وقت بدل دے گا کیونکہ تبدیلی کائنات کا اصول ہے۔ جب جب آپ ٹوٹیں شکر ادا کریں کیونکہ اگلام مرحلہ بخت نے کابس آیا ہی چاہتا ہے۔

جو اہر کی ماں پارس نے آج سے کئی سال پہلے رات کی تاریکی میں اس حولی کی دلمیز پار کرنے کی جو تنگین غلطی کی تھی اُسکی سزا اساری زندگی انھیں بھگتی پڑی۔ عورت کی عزت کا نچ سے زیادہ نازک ہوتی ہے اور اُسکی حفاظت کی ذمہ داری سب سے زیارہ خود اُس پر عائد ہوتی ہے۔ جذبات میں کئے گئے فیصلے جلد آپکو منہ کے بل گرادیتے ہیں پھر کچھ گناہوں کے کفارے تو ادا کرنے ہی پڑتے ہیں، چاہے خود کو سوار کر کے یا محبت کی بھیث چڑھ کر! عشق کا بہوت چند دنوں میں ہی اتر گیا تھا، جو سبز باغ اُسے دیکھائے گئے تھے وہ نہیں جانتی تھی کہ اُسکا انجم اتنا عبر تناک ہو گا۔ وہ شادی کے چند دن بعد ہی ایک کوٹھے پر نیچ دی گئی جہاں ہر روز وہ زندہ در گور کی جاتی رہی۔

پھر زندگی نے پٹا کھایا اور وہ اپنے رب سے بُرگئی، اپنی بیٹی جواہر کو ہر غلاظت سے بچا کر سب سے چھپا کر رب کے قریب رکھا اور جب وہ جوانی کی دلمیز پر آئی تو اُسے اپنے بھائی آفرین بخاری کے حوالے کر کے اس دارِ فانی سے کوچ کر گئیں۔ اللہ قرآن میں فرماتا ہے:

"پاک عورتیں پاک مردوں کیلئے ہیں"

اور جواہر بالکل اپنے نام کی طرح پاک اور گوہر نایاب تھی اسی لئے اُسے ہارون بخاری کا ساتھ نصیب ہوا تھا۔

از قلم ماریہ شجاعت



دیوانہ

وہ ابھی یونیورسٹی سے واپس آئی تھی اور گھر میں اپنی امی کو پکار رہی تھی۔ امی۔۔۔ امی۔۔۔ امی۔۔۔ کہاں ہے۔ "شازیہ بیگم جو کچن میں کھانے کا انتظام دیکھ رہی اپنی بیٹی کی آواز سن کے جلدی سے کچن سے نکلی۔

"ارے عیشاء بیٹا آپ آگئی"

"جی امی پلیز جلدی سے کھانا لگوں میں بہت بھوک لگ رہی ہے" اس نے پیٹ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے عیشاء تم کمرے میں جا کے فریش ہو جاؤ میں کھانا لگوں تو ہوں"۔ شازیہ بیگم نے اسکے ہاتھ سے بیگ لیتے ہوئے کہا۔

"اوے ماما میں پانچ منٹ میں آئی" عیشاء سیڑھیوں کی طرف جاتی ہوئی بولی۔
شازیہ بیگم کچن کی طرف چلی گئی۔

عیشاء فوراً کمرے میں آئی اور الماری سے کپڑے لے کے واشروم میں گھس گئی۔ تقریباً پانچ منٹ بعد واشروم سے نکلی اور گلے بالوں کو ہیر ڈرائیر سے سکھانے کے بعد نیچے ڈائینگ ایریا کی طرف چل دی۔

ابھی وہ کرسی پر آکے بیٹھی ہی تھی کہ فاروق صاحب گھر میں داخل ہوئے اور سلام کیا۔

عیشاء فوراً اٹھی اور تیزی سے فاروق صاحب سے ملی۔ انہوں نے پیار سے سر پر ہاتھ رکھا اور پوچھا "کیسی ہے میری بیٹی؟" عیشاء کے ساتھ چلتے ڈائینگ ایریا کی طرف جاتے ہوئے پوچھا۔

"پاپا میں بلکل ٹھیک آپ کیسے ہیں؟" عیشاء نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"میں بھی ٹھیک" فاروق صاحب نے کہا۔

"اچھا پاپ آپ فریش ہو جائیں پھر ساتھ ہی لٹکرتے ہیں" عیشاء نے کہا۔

فاروق صاحب جو کمرے کی طرف جا رہے تھے شازیہ بیگم کو پانی لے کے اپنی طرف لاتے دیکھ اُنکی طرف چل گئے۔ اور پانی پی کر انہیں کھانا لگانے کا کہتے کمرے کی طرف چل دیئے۔



یہ گھر انہے فاروق صاحب کا جنہوں نے اپنے والدین جو کے ایک حادثے میں وفات پاگئے تھے اُنکی وفات کے بعد آٹھ سال پہلے مانسہرہ سے کراچی منتقل ہو گئے کبھی نہ واپس جانے کے لیے۔ اور اپنے فیملی بزنس کو چھوڑ کر اپنا بزنس اسٹارٹ کیا اور اسے پروان چڑھایا۔

فاروق صاحب نے اپنی پسند کی شادی شازیہ بیگم سے کی۔ اور اُنکے دونوں ایک بیٹا (عیشان) جو پہلے آٹھ سالوں سے ہی اعلیٰ تعلیم کے لیے مانچستر میں مقیم ہے۔ اور ایک بیٹی (عیشاء) جو بی بی اے کے دوسرے سمestr میں ہے۔ اور کراچی میں ہی تعلیم حاصل کر رہی ہے۔



عیشاء جو یونیورسٹی کے گیٹ کے پاس کھڑی اپنی دوست کا انتظار کر رہی تھی کے ایک بچہ اسکے پاس آیا اور اسے ایک خط پکڑا کے بھاگ گیا۔ عیشاء نے کم بار اسے بلا یا لیکن وہ بنانے آگے بھاگ گیا۔ عیشاء نے اسکے نظر وہ سے او جھل ہونے کے بعد خط کی طرف دیکھا اور کھول کر پڑھا جس میں لکھا تھا۔ "sen benimsin"

عیشاء نے سمجھنے والے انداز میں کاغذ کو دیکھا۔

شاید کسی نے مذاق کیا ہے۔ عیشاء نے یہ سوچتے ہوئے کاغذ کو مرور کر کوڑاداں میں چینک دیا۔

اور یونیورسٹی کے اندر داخل ہو گئی۔ ابھی اسے گارڈن میں بیٹھے پانچ منٹ ہی ہوئے تھے کے اسے حردا (دوست) آتی نظر آئی عیشاء اٹھ کر اسکی طرف چل آئی۔

"حرایاں کہاں رہ گئی تھی میں انتظار کر رہی تھی؟" عیشاء نے کہا۔

"کہیں نہیں یا بس بابا کے ساتھ آئی ہوں اور وہ گاڑی آہستہ ہی چلاتے ہیں تم تو جانتی ہی ہو" حر استے ہوئے بولی۔
"اچھا انکل کے ساتھ آئی ہو تمہارا بھائی کیوں نہیں آیا آج تمہیں چھوڑنے؟" عیشاء نے سر ہلاتے ہوئے بولا۔
"یار بھائی رات لیٹ آئے تھے تو وہ سور ہے تھے میں نے جگانا مناسب نہیں سمجھا" حر اعیشاء کا ہاتھ کپڑے آگے
چلتی ہوئی بولی۔

"اچھا ہے۔ حر آنٹی کیسی ہے؟" عیشاء نے حر کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"امی ٹھیک ہے بس کبھی کبھی بی پی شوت کر جاتا ہے" حر نے بیچ پر بیٹھتے ہوئے جواب دیا۔
اوہ اچھا۔ ہاں یار اس عمر میں ہوتا ہی رہتا میرے بھی بابا اور ماما کوبی پی کام سلہ رہتا کثر بس اللہ تعالیٰ صحت دے۔
آمین عیشاء نے بیگ اتارتے ہوئے کہا۔

"آمین! ہاں ایسا ہی ہے یار" حر نے عیشاء کی بات کی تائید کرتے ہوئے کہا۔ ابھی عیشاء آگے کچھ کہتی سر کو کلاس
میں داخل ہوتے ہوئے چپ ہو گئی۔

"پھر حر کی طرف تھوڑا سا بھک کے کلاس کے بعد یاد کرو انجھے ضروری بات بتانی ہے" عیشاء نے رازداری سے
کہا۔

حر نے سمجھتے ہوئے سر ہلایا۔

اور پھر دونوں کلاس کی طرف متوجہ ہو گئی۔

ابھی وہ دونوں کلاس لے کے نکلی ہی تھی کے حر اور اسے عیشاء کے آگے آتی ہوئی بولی "جلدی بولو کیا بات کرنی
ہے؟ پہلے کر لیتی؟ اتنی دیر انتظار کیا ہے اب جلدی بولو اور انتظار نہیں ہوتا" عیشنا سنجیدگی سے اسکی طرف دیکھتے
ہوئے بولی "کہیں بیٹھ کے بات کرتے ہیں" اور گارڈن کی طرف چلنے لگی۔ حر ابھی اسکے ہر قدم ہوئی۔
دونوں گارڈن میں بیٹھی تو عیشاء نے صح والی بات حر کو بتادی حر اپکھ دیر تو چپ رہی پھر بولی۔

"عیشاء یہ اتنی ٹینیش والی بات تو نہیں ہے اگر یہ مذاق ہے تو پر اگر یہ مذاق نہ ہو تو پھر یہ غور کرنے والی بات ہے۔" حرانے سنجیدگی سے کہا۔

"یار حرا پر ایسا پہلے کبھی تو نہیں ہوا اور پھر یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ یہ خط کسی اور کے لیے ہو اور بچ سے غلطی ہو گی ہو؟" عیشاء جو حرا کی بات کو غور سے سننے کے بعد پریشانی سے بولی۔

"اچھا چلو تم ٹینیش نہ لو اب آگر دوبارہ کچھ ہو تو پھر دیکھتے ہیں۔" حرانے اسکی پریشانی دور کرتے ہوئے کہا۔ "ہم چلو پھر کینٹین چلتے ہے۔" عیشاء کھڑے ہوتے ہوئی بولی۔ "ٹھیک ہے چلو" حرا بھی کھڑی ہو گئی۔

اور پھر دونوں کینٹین کی طرف چل دی۔ وہ کینٹین میں اپنے مخصوص ٹیبل پر بیگ رکھ کے بیٹھی تھی کہ اسکی نظر ٹیبل پر رکھے خط پر پڑھی تو وہ چونکہ گن کیونکہ یہ بلکل ویسا ہی خط تھا جیسا صبح اسکو بچے نے دیا تھا۔ عیشاء نے فوراً حرا کو مناطب کیا۔

"ہم بولو کیا ہوا" حراجویگ سے پیسے نکال رہی تھی اسکی طرف متوجہ ہوئی۔

یاد یہ ویسا ہی خط ہے جیسا صبح مجھے وہ بچے دے کے گیا تھا۔ عیشاء نے پریشانی سے کہا۔

حرانے بھی خط کی طرف دیکھا اور پھر فوراً انھا کے کھولا اور پڑھا تو اس پر کسی اور زبان میں

"Seni seviyorum! Seni bütün kalbimle seviyorum"

اور خط کے دائیں کونے میں لکھا تھا۔

"benim hanım"

حر اخط پڑھ کر سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ یہ کیا لکھا ہے؟ پھر اسے عیشاء کی طرف دیکھا جو خود بھی پریشان دیکھ رہی تھی۔

"عیشاء میری جان پریشان نہ ہو یہ ضرور کوئی مذاق ہی کر رہا ہے تم ٹینیش نہ لو۔"

حرانے عیشاء کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے اسے حوصلہ دیتے ہوئے کہا۔ جبکہ اندر سے وہ خود بھی پریشان تھی کہ یہ سب کیا ہے ایسا پہلے تو کبھی بھی انکے ساتھ نہیں ہوا۔ پھر اس نے اپنے بھائی سے بات کرنے کا سوچ کر خود کو پر سکون کیا۔

یادِ حر اکوئی کیوں کر رہا ہے ایسا مذاق ہم نے تو کبھی کسی سے کھل کر بات بھی نہیں کی تو پھر یہ سب؟ مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آ رہا ہے اور پتا نہیں کہ زبان میں خط ہے نہ بات سمجھ میں آ رہی ہے؟ عیشاء نے جھنجھلاتے ہوئے کہا۔ ہاں! کہہ تو ٹھیک رہی ہو۔ ایک منٹ میں اسکو گوگل کرتی ہوں کچھ تو پتا چلے گا پھر اس نے جلدی سے موبائل نکال کے گوگل پر ٹائپ کیا تھا کہ انکی کلاس کی لڑکی نے انکے پاس آتے کہا تو دونوں نے یکدم ڈر کر اسکی طرف دیکھا۔

ارے سوری تم دونوں توڈر گی میرا مقصد ہر گز ڈرانا نہیں تھا۔ سدرہ (کلاس فیلو) نے مسکرا کر کہا۔ "کوئی بات نہیں!" حرانے تاثرات پر قابو پاتے ہوئے مسکراتے ہوئے کہا۔

"چلو گذ۔ ویسے تم دونوں ٹھیک ہو کیا کوئی پریشانی ہے؟" سدرہ نے کھو جتے ہوئے کہا۔

"نہیں سدرہ یہ پریشان تھی اسکے بابا آج نہیں آ سکتے اسکو لینے تو میں نے کہا میرے بھائی کے ساتھ چل لیتا ویسے بھی اسکا اور میرا گھر ایک ہی جگہ ہے بس دو تین گھر چوڑ کر۔" حرانے فوراً بہانگھڑتے ہوئے کہا۔

"اواچھا! عیشاء اس میں کیا مسئلہ ہے؟ ویسے بھی تمہیں اتنے پینڈ سم لڑکے کے ساتھ جانے کا موقع مل رہا ہے۔ ویسے حر ایہ کبھی تمہارے بھائی کے ساتھ نہیں گئی؟" سدرہ نے عیشائی کو کول ڈاؤن کرنے کے ساتھ ہی ساتھ حر را سے سوال کیا۔

نہیں سدرہ جب بھی یہ میرے ساتھ جاتی تھی میں بابا کو ہی بلواتی ہوں پر آج بابا نہیں آ سکیں گے وہ تواب تک لاہور کے لیے بھی نکل گئے ہو گے۔

"اچھا ہی! عیشاء پھر تم گھر میں بتا کے چلی جاؤ حر اکے ساتھ" سدرہ نے عیشاء کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہم صحیح کہہ رہی ہو بابا نے بھی اسکے ساتھ ہی آنے کو کہا ہے "عیشاء نے حراؤ گھورتے ہوئے جواب دیا۔

پھر تو کوئی مسئلہ ہی نہیں! سدرہ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہم ایسا ہی ہے۔" عیشاء نے جواباً کہا۔

"چلو پھر میں چلتی ہوں بائے" سدرہ کہتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ٹھیک ہے بائے!" حر اور عیشاء نے ساتھ کہا۔

"تم اپنے منہ پر یہ پریشانی ختم کرو ورنہ سب نے اٹھ اٹھ کے پوچھنے آجانا دیسے یہ سدرہ پکی عورت ہے کیسے ٹوہ لیتے ہے تو بے عجیب!" حر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"یار حر اچھوڑو یہ تم گول کرو مجھے بہت ٹینشن ہے۔" عیشاء نے اسے خط کی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا۔

"اویں ابھی کرتی چیک" اس نے اس جملے کو گول پر لکھ کر اردو میں ٹرانسلیٹ لکھ کر سرچ بار پر میں کی۔

کیا مطلب ہے؟ عیشاء نے بے صبری سے پوچھا۔

"یار لوڈ ہو رہا انتظار کرو" حر نے اسکی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہم اچھا" عیشاء نے جھنجھلاتے ہوئے کہا۔

"یار عیشاء اسکا مطلب ہے "آئی لو یو! آئی لو یو دیدھ آل مائی ہرٹ" یہ تو کوئی تمھارے عشق میں پاگل بندہ ہے۔" حر نے حیرانی سے کہا۔

"بکواس نہ کرو اور یہ ڈرامے اور فلمیں کم دیکھا کرو اب بتاؤں کیا مطلب ہے؟" عیشاء نے اسے تھپڑ لگاتے ہوئے کہا۔

"بے عقل! میں تجھی کہہ رہی ہوں یہ دیکھ لوبے شک! "حر نے موبائل اسکی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"حر ایہ کون ہے؟ جو یوں ہمیں تنگ کر رہا ہے؟ اور اسکو ہم ہی ملے تھے تنگ کرنے کے لیے؟" عیشاء نے موبائل پر دیکھتے ہوئے روہانے لمحے میں کہا۔

عیشاء یہ تو مجھے بھی نہیں پتا پر ہم میرے بھائی کو یہ سب بتا کے ان سے مدد لے سکتے ہیں؟ حرانے اسکے ہاتھ سے موبائل لیتے ہوئے کہا۔

"حرا پر کیا گارنٹی وہ ہمیں غلط نہیں سمجھیں گے؟ حرانے ناخن چباتے ہوئے کہا۔

"عیشاء میری جان! وہ پولیس میں ہے وہ ہماری مدد ضرور کریں گے اور وہ ان سب معاملات کو ہم سے بہتر جانتے ہیں۔" حرانے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"پاکرا" عیشاء نے حرا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"بلکل پاکا! اب چلو بس بھائی بھی آنے والے ہونگے۔" حرانے بیگ سمیٹتے ہوئے کہا۔

"اچھا چلو پر تم اپنے بھائی سے خود بات کرو گی میں کسی بات کا جواب نہیں دوں گی" عیشاء نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"ہم ٹھیک ہے۔" پھر دونوں گیٹ کی طرف چل دی۔

انہیں گیٹ پر آئئے پانچ منٹ ہی ہوئے تھے کے چوکیدار نے حرا کو آکے بتایا کہ اسے لینے آگئے ہیں۔ حرانے عیشاء کا ہاتھ کپڑا اور باہر کی طرف چل دی۔

وہ دونوں باہر آئیں تو سامنے ہی ایک کار سے لیک لگائے ایک چھبیس، تائیس سالہ لڑکا بلیک پینٹ شرٹ میں شرٹ کے بازو کہنیوں تک موڑے کھڑا تھا۔

وہ خوب روم رہا کو اپنی طرف آتا کیہ سیدھا کھڑا ہوا۔

"السلام و علیکم! لا لا کیسے ہیں آپ؟" حرانے خضر کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"و علیکم السلام میں بلکل ٹھیک! آپ کیسی ہو؟" اسے حرا کو ساتھ لگاتے ہوئے کہا۔

"الحمد للہ! بہت پیاری ہوں" حرانے مسکراتے ہوئے شوخی سے کہا۔

"لہا لہا لہا۔" اچھا اچھا میری بہن جو ہیں آپ "خضر نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"ہاں یہ تو ہے۔ اوسوری عیشاء میں بھول گئی لالا یہ عیشاء ہے میری دوست اور ہمارا گھر بھی ایک ہی اسٹریٹ میں ہے آج یہ ہمارے ساتھ ہی جائے گی۔" حرانے خضر سے تعارف کرواتے ہوئے کہا۔
عیشاء نے خضر کو اپنی طرف متوجہ دیکھتے فوراً سلام کیا۔

حضر نے سر ہلا کے ساتھ سلام کا جواب دیا۔ اور ایک نظر حرا اور عیشاء کو دیکھ کر گاڑی کا بیک گیٹ کھول دیا۔
حرا اور عیشاء دونوں ہی پیچھے بیٹھ گئی۔ خضر نے بھی حرا کو اپنی طرف متوجہ نہ دیکھ کر کچھ کہنا مناسب نہ سمجھا۔
اور ڈرائیو مگ سیٹ پر بیٹھ کر گاڑی کو ستارٹ کیا۔

حراج خضر سے بات کرنے ہی الگی تھی عیشاء کو فون میں متوجہ دیکھ کے اسے بازو مار۔
عیشاء جو حرا کے کہنے کے مطابق گاڑی میں بیٹھ کے اپنے بابا کو حرا کے ساتھ آنے کا بتا رہی تھی چونکے اسکی طرف دیکھ کر پوچھا کیا ہوا؟ عیشاء نے حرا سے پوچھا۔

"میڈم کہاں بزی ہیں؟ میں بھائی سے بات کرنے لگی ہوں۔" حرانے اسکو خضر کی طرف اشارا کرتے ہوئے کہا۔
"میں بابا سے بات کر رہی ہوں۔ تم کرو بات اپنے بھائی سے کہ وہ ہماری مدد کریں گے یا نہیں؟" "ٹھیک ہے؟"
عیشاء نے حرا کی بات کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔ تم انکل کو بتا دو ٹینشن نہ لے۔" حرانے سر ہلاتے ہوئے کہا۔
"تمم او کے عیشاء نے کہا۔"

حرانے خضر کو مخاطب کیا تو وہ اسکی طرف متوجہ ہوا
"ہاں بولو حرا کیا ہوا؟" اس نے حرا کو اک نظر دیکھتے ہوئے کہا۔
حرانے آج کے دونوں قصے سنادیئے پھر ایک نظر خضر کو دیکھ کے چپ ہو گئی۔
"اچھا تو وہ خط آپ لوگوں کے پاس ہے یا چینک دیا؟" اس نے دونوں کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔
"نہیں بھائی ہے میرے پاس" حرانے بیگ سے خط نکال کر خضر کی طرف بڑھایا۔

حضر نے خط دیکھ کے ڈیش بورڈ پر رکھ دیا۔ میں دیکھ لوں گا یہ مسئلہ آپ دونوں بے فکر ہیں۔ "اس نے گاڑی کی رلیس بڑھاتے ہوئے کہا۔

"بھائی ٹھینکنیو سوچ عیشاء، بہت ٹھیکش میں تھی صبح سے "حرانے عیشاء کی طرف اشارا کرتے ہوئے کہا۔ عیشاء نے بھی حرارکے کہنے پر ایک نظر اسکی طرف دیکھ کر حضر کی طرف دیکھا اور اسکی طرف زیادہ دیرنہ دیکھ سکنے کی وجہ سے نظریں جھکائیں پتا نہیں عیشاء کیوں اسکی آنکھوں میں نہیں دیکھ پاتی تھی۔ اسکے اس طرح نظریں جھکانے پر حضر کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی۔ اور پھر وہ ڈرائیور گ کی طرف متوجہ ہو گیا اور ایک نظر بیک مرر سے انکی طرف دیکھ لیتا۔

عیشاء نے ایک نظر اٹھا کے حضر کو دیکھا اور پھر نظر جھکا کر پچھلی ملاقاتوں کا سوچنے لگی۔ یہ تقریباً چھ ماہ پہلے کی بات ہے جب عیشاء کا اس یونیورسٹی میں پہلا دن تھا۔ اور وہ جلدی جلدی روڈ کر اس کرتے یونیورسٹی گیٹ کی طرف جا رہی تھی کے اچانک ایک گاڑی، بہت زیادہ رفتار کے ساتھ اسکی طرف بڑھ رہی تھی۔ کہ اچانک کسی نے اسے پیچھے کی طرف کھینچا۔ اور وہ کسی کے ساتھ لگی تھی۔

پچھے دیر شاک سے نکلنے کے بعد فوراً پیچھے ہٹی تو اپنے سامنے ایک خوب رومرد کو ایک نظر دیکھ کے اپنے پیچھے دیکھا جدھر اب کوئی گاڑی نہیں تھی پھر ایک نظر اپنے آپ کو دیکھ کے پھر اس مرد کی طرف دیکھا جو مسکراتے ہوئے اسکی حرکات ملاحظہ فرم رہا تھا۔

"آپ ٹھیک ہیں مس؟" اس نے عیشاء سے پوچھا۔ عیشاء نے تیزی سے سرہاں میں ہلاکے ٹھینکس کہہ کے آگے بڑھ گئی۔ حضر نے زور سے مائی پلیسٹ کہا پھر جب تک وہ یونیورسٹی میں داخل نہیں ہو گئی تک تک وہی کھڑا رہا۔ اور پھر مڑ گیا۔

اور دوسری ملاقات تقریباً ایک ماہ پہلے یونیورسٹی کے سمیٹر بریک میں اپنی امی کے ساتھ شوپنگ پر آئی تھی اور وہاں پر اپنی امی کو بتا کر شوز کار نر پر آئی تھی وہاں شوز دیکھتے اچانک دو تین لوگوں کو دکاندار کے ساتھ زبردستی کرتے دیکھ فوراً وہاں سے نکلا چاہا تو انہوں نے گھیر لیا جہاں بروقت خضر مد کے لیے پہنچ گیا۔ اور عیشاء سے تھیں کہتے وہاں سے تیزی سے نکلتی چلی گئی۔

اور خضر اسکو تک دیکھتا رہا جب تک وہ نظر وں سے او جھل نہ ہو گئی۔

اچانک گاڑی رکی تو عیشاء جو ماضی میں کھوئی تھی جھکا لگنے سے باہر نکلی اور خضر کی طرف دیکھ کے پھر کھڑکی سے باہر دیکھا تو گاڑی ایک آئسکریم پارلر کے باہر رکی تھی۔ اس نے سوالیہ نظر وں سے حرکی طرف دیکھا۔ تو وہ عیشاء کی جانب ہی متوجہ تھی۔

"چلو اترو صرف پندرہ منٹ لگیں گے پلیز منع مت کرنا میں نے اسی لیے گاڑی رکوائی ہے۔"

حرانے گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

وہ لوگ آئسکریم پارلر کے اندر گئے اور ایک کونے والی ٹیبل پر بیٹھ گئے۔

"آپ دونوں کو نافلیور کھائیں گی؟" خضر نے دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں پستہ فلیور کھاؤں گی" حرانے جلدی سے کہا۔

"اور آپ؟" خراب مکمل عیشاء کی طرف متوجہ ہوا۔

"میں ---- آ۔ چاکلیٹ فلیور کھاؤں گی۔" عیشاء نے تھوڑی پر انگلی رکھ کر جواب دیا۔

"اوکے میں آرڈر کر کے آتا ہوں۔ خضر نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

خضر کے جاتے ہی عیشاء نے رکھ کے ایک حرکو لگائی "جلدی کھانا آگے ہی ادھر پھنسا دیا مجھے گھر جانا تھا تاکہ جلدی گھر جا کے میں تھوڑی دیر آرام کروں گی پھر گھر جا کے کلاس چھوڑ نے کا کوئی توفیقید ہو۔" عیشاء نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہم۔۔۔ چلوٹھیک ہے اور ٹینشن لینے کی ضرورت نہیں۔ لا اس ب سنجھاں لیں گے۔ "حرانے عیشاء کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

حضر کے آتے ہی انہوں نے آئسکریم کھائی اور وہ دونوں باہر کی طرف چل دی اور خضر مل دینے کیلئے کاؤنٹر کی طرف چل دیا۔

ابھی وہ لوگ کار کے پاس ہی پہنچی تھیں کے بیک گیٹ کی کھڑکی پر ایک خط چپکا ہوا تھا۔ عیشاء اور حرانے بیک وقت ایک دوسرے کو دیکھا۔

اور پھر حرانے آگے بڑھ کر خط کھولا جس میں اس بار اردو میں تحریر درج تھی۔

"میں جاتا ہوں آپ مجھے جانا چاہتی ہو لیکن اسکے لیے آپ کو ماضی پتا ہونا چاہیے۔ جائیے گھر اور اپنے والدین سے مانسہرہ کے حداثے کے بارے میں جانیے"

اور خط کے ایک کونے پر "دیوانہ" لکھا تھا۔

حرانے اونچی آواز میں خط پڑھا اور پھر عیشاء کی طرف دیکھا جو کافی ڈری اور پریشان کھڑی تھی۔

"عیشاء یہ کونے راز کی بات ہو رہی ہے؟" حرانے عیشاء سے پوچھا۔

"حرانے کیا پتا مجھے بس اتنا یاد ہے جس دن میرے دادا اور دادی کی وفات ہوئی تھی ہم اسی دن مانسہرہ چھوڑ یہاں شفت ہو گئے تھے۔ یہاں شفت ہونے کے چار دن بعد لاکو بابا نے مانچسٹر بیچ دیا تھا۔"

عیشاء نے پریشانی سے کہا۔

"اس سے پہلے کبھی ایسا کچھ نہیں ہوا مجھے لگتا ہے کسی کی تلاش تمہارے مل جانے سے مکمل ہوئی ہے۔ اب اسکو تمہیں تلاش کرنا ہے ماضی جان کے" حرانے بڑی سخیدگی سے کہا کے عیشاء نے جیرانی سے اسکی بات اور لہجہ دیکھا۔

"کیا مطلب حرانے پریشان ڈراؤ تو نہیں" عیشاء نے اسکا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

"ہاں عیشاء تمہیں ماضی اپنے والدین سے پوچھنا ہو گا اور اس راز سے پر دہ اٹھانا ہو گا اس خط کا میں لالا کو نہیں بتاؤں گی تم خود سچ ڈھونڈو گی پھر تم خود لا لا کے پاس آؤ گی۔"

حضر جو کب سے انکی باتیں سن رہا تھا فوراً انکی طرف آیا تو دونوں چپ کر کے گاڑی میں سوار ہو گئی۔
"کیا ہو اپکچھ ہوا ہے؟" حضر نے خاموشی دیکھتے ہوئے پوچھا۔

نہیں تو عیشاء نے فوراً گہا اور پھر ایک نظر حرکو دیکھ کے کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔
حضر نے عیشاء کو اتنا پریشان دیکھا تو اپنے عمل پر خود لعن طعن کرنے لگا۔

کچھ دیر بعد گاڑی ایک بنگلوں کے سامنے رکی تو عیشاء گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکلی اور حر کو اللہ حافظ اور حضر کو تھیکنس بول کر آگے بڑھ گئی۔

فاروق صاحب جو گاڑی کی آواز سن کر باہر آئئے تھے عیشاء کو گاڑی سے اترتے دیکھ انہوں نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے حضر کو دیکھا تو انہیں لگا جیسے ساقوں آسمان ان پر آگرے ہوں۔

حضر نے فاروق صاحب کو اپنی طرف دیکھا تو گاڑی سے نکل کر عیشاء کے ساتھ چلتے ان تک پہنچا۔ اور مصالحتے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔

تو فاروق صاحب ڈر کر ایک قدم پیچھے ہوئے عیشاء نے بڑی حیرانی سے یہ منظر دیکھا تھا۔ پھر خود ہی آگے بڑھ کر حضر کا تعارف کروایا۔

فاروق صاحب بنا خضر سے ملے عیشاء کو لے کے اندر کی طرف بڑھ گئے۔
عیشاء نے حیرانی سے فاروق صاحب کو دیکھا۔

فاروق صاحب نے اندر آتے عیشاء کو کمرے میں بھیج دیا اور خود جلدی سے شازیہ بیگم کے پاس آئئے۔
شازیہ وہ واپس آگیا وہ واپس آگیا کوئی فائدہ نہیں ہوا اتنی دور آنے کا وہ یہاں بھی پہنچ گئے۔

شازیہ بیگم جو اچانک انکے اس طرح کے روپے سے پریشانی سے انکی طرف دیکھ رہی تھی بات سمجھ آنے پر وہ بھی ڈرتے ہوئے کہا ہمیں اب یہاں سے بھی جانا ہو گا؟ کیا ہم پوری زندگی بھاگتے رہیں گے؟ فاروق ہم کیا کرے؟ وہ بھی صوف پر گرنے والے انداز میں بیٹھتے ہوئے بوئے۔

عیشاء جو ماضی کے بارے میں پوچھنے کے لیے اپنے والدین کے پاس آئی تھی انکی باتیں سن کے اندر آگئی۔ "ماں کس سے بھاگتے رہیں گے؟ کون پیچھے ہے ہمارے؟ ہم کس سے ڈر کر بھاگ رہے ہیں؟" عیشاء نے اندر آتے ہی پوچھا۔

فاروق صاحب اور شازیہ بیگم نے ایک دوسرے کو دیکھا اور بولے "آپ جائیں عیشاء یہ آپ کے کام کی بات نہیں ہے۔" فاروق صاحب نے سمجھا نے والے انداز میں کہا۔

"نوبابا۔" پھر آج کے ہوئے واقعات بتاتے ہوئے دوبارہ پوچھا۔

"بابا پلیز مجھے بتائیں ورنہ میں کب تک یہ سب فیس کروں گی اگر ماضی پتا ہو گا تو ہی توکچھ کر پاؤں گی نا؟" اس نے فاروق صاحب کے دونوں ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

فاروق صاحب نے ایک نظر شازیہ بیگم کو دیکھ کے اشارہ کیا کہ آپ بتائیں اور خود صوفے کے پشت سے ٹیک لگائے بیٹھ گئے۔

اور شازیہ بیگم نے ماضی بتانا شروع کیا۔

ماضی:-

فاروق صاحب کا آبائی گھر مانسہرہ کے ایک گاؤں "یہاںی" میں واقع ہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب فاروق صاحب نیویارک سے اعلیٰ تعلیم مکمل کر کے واپس آئے تھے اور اپنے بابا کا بزنس سنبھالنے کا فریضہ سرانجام دے رہے تھے اور جلد شازیہ بیگم سے شادی کرنے والے تھے۔

بیہالی میں جن اور پریوں کی کہانیاں سچ مانی جاتی تھی اور وہاں کی کافی جگہوں سے ایسے کافی واقعات منسوب تھے۔ لیکن فاروق صاحب انہیں صرف من گھڑت کہانیاں سمجھتے جن کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہ ہو۔ اسی طرح ایک شام اپنے دوستوں کے ساتھ باہر سیر پہنچنے ہوئے تھے کہ ایک درخت کے پاس پہنچ کر انکے ایک دوست نے کہا کہ اس درخت سے دور رہنا اس درخت پر جنات کا سایہ ہے اور سنائے کہ بیہال انکا خاندان آباد ہے کیونکہ یہ اس گاؤں کا سب سے پرانا اور بڑا درخت ہے۔ لیکن فاروق صاحب انکی بات پر ہنس پڑھے اور اونچا اونچا چلانے لگے۔ کوئی ہے؟ اس درخت پر کوئی ہے؟ اپنے ہونے کا ثبوت دو؟ یہ کیا تم ادھر رہتے ہو اور اپنی موجودگی کا احساس بھی نہیں کرو سکتے؟ اور پھر قہقهہ لگا کر ہنس پڑھے اور پیچھے ٹرکر دیکھا تو انکے دوست ڈر کر کافی پیچھے جا گھڑے ہوئے تھے۔ انکی طرف بڑھے اور کہا کم آن دیکھو کچھ بھی نہیں ہوا؟ انہوں نے ہستے ہوئے اپنے دوستوں سے کہا۔ اور پھر ماچس نکال جلا کر درخت پر پھینکنے لگے۔ کی باریہ عمل کرنے پر درخت کو آگ لگتی چلی گی۔ ساتھ ہی انہوں نے کچھ لوگوں کو جب یہ درخت پوری طرح جلانے تو اس آگ کو بھانے کا حکم دیتے یہ جاوہ جا۔ انکے دوست جو انکو کب سے یہ کرنے سے روک رہے تھے وہ بھی پیچھے چل دیئے۔ "یار فاروق تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا" انکے دوست نے کہا۔ "اوپلیز یہ من گھڑت قسموں پر میں یقین نہیں رکھتا اب چلو گھر موڑ خراب نہ کرو۔" فاروق صاحب نے منہ بگارتے ہوئے کہا۔

دو دن بعد فاروق صاحب کا سادگی سے نکاح کر دیا گیا۔ جب فاروق صاحب کی اس دن کی حرکت کے بارے میں فاروق صاحب کے والد بزراد صاحب کو پتا چلا تو انہوں نے فاروق صاحب کو جلد سے جلد شہر جانے کا کہا اسی لیے انکا نکاح بھی شازیہ بیگم سے جلد کر کے ایک ہفتے میں رخصتی بھی مانگ لی۔

اس واقعے کو گزرے چوتھا دن تھا جب بہزاد صاحب کے خاند انی بزرگ اُنکے گھر تشریف لائے اور انہیں فاروق صاحب کے ساتھ اپنے گھر آنے کی دعوت دی۔

بہزاد صاحب نے حامی بھر لی اور کل ہی آنے کا بتایا پھر بزرگ کے جانے کے بعد فاروق صاحب کو بتا دیا پہلے تو انہوں نے منع کیا پھر بہزاد صاحب کی سختی سے کہنے پر راضی ہو گئے۔

بہزاد صاحب اسی گاؤں کے ہی رہنے والے تھے وہ انکی غلطی کے نتائج اچھے سے جانتے تھے۔ اگلے دن فاروق صاحب اور بہزاد صاحب بزرگ کے جمرے میں تشریف لائے تو بزرگ نے اپنی بات کا آغاز کیا۔

جیسے کہ بہزاد صاحب فاروق نے اس درخت کو جلا کر بلکل غلط کام کیا ہے یہ دنیا صرف انسانوں کے لئے نہیں بنی اس میں اور بھی مخلوقات ہے۔ اس لیے انہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا جس درخت کو اس نے جلا یا وہاں جن زادوں کا خاندان آباد تھا۔ جو فاروق اور آپکے پورے خاندان پر قہر بن کر ٹوٹنے کو تیار ہے۔ میں انہیں زیادہ دیر تک روک نہیں سکوں گا یا وہ تمہارا پورا خاندان تباہ کر دے گے یا پھر فاروق کی نسل میں جو بچ آئے گا اسے اُنکے حوالے کرنا ہو گا۔

بہزاد صاحب کو جس چیز کا ذر تھا ہی ہوا اور بزرگ کے جمرے سے حوالی تک آتے وہ سوچ پکھے تھے کہ فاروق کو وہ بھگا دیں گے اور پھر کوئی رابطہ نہ رکھیں گے۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ ایسے کر کے ایک فی جنگ شروع کر دیں گے۔

اور بہزاد صاحب نے فاروق کو شازیہ بیگم کے ساتھ لا ہو رہیج دیا ہنا کسی سے بھی ذکر کیے اگلے دن فاروق کے بھاگنے کی خبر سن کر جن زادوں نے بہزاد اور انکی اہلیہ عالیہ بیگم کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

تفہیماً پندرہ سالوں بعد فاروق صاحب کو اپنے گاؤں کا بندہ لا ہو رہا میں دیکھا تو اس سے اپنے والدین کا ایسا انجام سن کر رہا ہے گیا تو وہ شازیہ بیگم کے ساتھ مانسہرہ گئے جب عیشان چودہ سال کا اور عیشاء دس سال کی تھی۔ جب جن زادوں کو انکے آنے کی خبر ہوئی تو ان بزرگ نے فاروق صاحب کو دوبارہ دربار پر بلایا اور انکی شرطیاد کروائی تو

فاروق صاحب کے راضی نہ ہونے پر انہوں نے عیشاء کو اپنے نئے بننے والے بادشاہ کے لیے مانگ لیا۔ کیونکہ انکے بننے والے نئے بادشاہ کی ہونے والی بیوی اور والدین اور باقی خاندان اس درخت جو فاروق صاحب نے جلا بیا تھا انکی وجہ سے جل کر مر گیا تھا وہ اور اسکی ایک بہن بچے تھے اس لیے آئیند وقت کا بادشاہ بننے کے لیے وہ اپنے بادشاہ کے لیے انکے خاندان کے قاتل کی بیٹی کو مانگ کے اسکواں طرح اذیت پہنچانا چاہتے تھے۔ فاروق صاحب انکی شرائط سن کر سوچنے کا وقت مانگ گھر چلے آئے اور شازیہ بیگم کو ساری بات بتائی اور ان سے معافی بھی مانگی۔

اگلی صحیح فیصلہ ہوا کے عیشاء کا نکاح جن زادے سے کیا جائے گا۔

جن زادہ اور فاروق صاحب اپنی فیملی کے ساتھ دربار پہنچ اور عیشاء کا نکاح جن زادے سے ہو گیا۔ عیشان نے بہت کوشش کی کہ فاروق صاحب کو روک سکے پر وہ بولے اب پانی سر سے گزر چکا ہے۔ اور نکاح کے اگلے دن جن زادوں کے ہاں تاج پوشی تھی جس وجہ سے فاروق صاحب کو موقع ملا اور وہ ایک بار پھر وہاں سے فرار ہو گئے اور کراچی میں مقیم ہو گئے۔

عیشاء کو صرف یہی سمجھایا گیا کہ ہم یہاں آپکے دادا اور دادی کی وفات پر آئئے تھے جن کی موت حادثے میں ہوئی۔ اور اب ہم ہمیشہ کے لیے کراچی جا رہے ہیں۔

شازیہ بیگم کے چپ ہونے کے بعد کافی دیر کمرے میں خاموشی رہی پھر عیشاء کی آواز ابھری وہ جن زادہ کون تھا؟ جس کے ساتھ میر انکاح ہوا تھا؟ اس نے زمین کو گھوڑتے ہوئے پوچھا۔

اسکے اس طرح کہنے پر فاروق صاحب نے یکدم آنکھیں کھولیں اور ایک نظر عیشاء کے جھکے سر کو دیکھ کر بولے۔ "حضرابر ہیم" نام ہے اس جن زادے کا۔ وہی جس کے ساتھ آج آپ آئی ہیں۔ ان کی بات سن کر عیشاء نے جھٹکے سے سر اٹھایا۔

اور بے یقین سے کافی دیر تک فاروق صاحب کو دیکھتی رہی۔ پھر اٹھ کھڑی ہوئی اور کمرے کی طرف چل دی۔

شازیہ بیگم نے پکار تو وہ انکی آواز ان سنی کرتی سیڑھیاں چڑھ گئی۔

فاروق صاحب نے شازیہ بیگم کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر دلاسہ دیا اور کہا اسے کچھ دیر اکیلارہنے دیں اور فیصلہ کرنے دیں۔ اب جو فیصلہ ہوا وہ عیشاء کرے گی۔

☆☆☆☆☆

انگی صحیح عیشاء کمرے سے باہر آئی اور ڈائینگ ایریا میں آئی تو سامنے فاروق صاحب اور شازیہ بیگم بیٹھے تھے۔ انکو سلام کرتی کرسی کھینچ کر بیٹھی اور کہا۔

"مجھے آپ دونوں سے بات کرنی ہے ناشتے کے بعد۔ پلیز بابا بات سن کے جائیے گا میری۔"

عیشاء نے کہنیاں میبل پر ٹکاتے کہا۔

"بابا میں چاہتی ہوں آپ جن زادوں کی بات پوری کریں تاکہ وہ بھی تھوڑا نرم ہو کیونکہ ہم سے زیادہ نقصان انکا ہوا ہے۔ ہم اپنی ایک شرط رکھ سکتے تاکہ پچھلے ایک سال سے میں ایک جن زادی کے ساتھ تھی اس نے کبھی دوستی جیسے رشتے میں نہیں کی اور جن زادے صاحب سے میں مل پچکی ہوں۔ انہوں نے دوبار میری مدد کی ایک بار جان بچا کے اور دوسری بار عزت بچا کے۔" عیشاء نے دونوں ہاتھوں کو ملاتے آہستہ آہستہ اپنی بات پوری کی۔

اور پھر ایک نظر اپنے والدین کو دیکھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔

☆☆☆☆☆

عیشاء سو کے اٹھی تو شام ہو گئی تھی۔ وہ ڈرائینگ روم کے پاس آئی تو وہاں بالتوں کی آوازیں آرہی تھیں اس نے اندر جھانکا تو اندر عیشان بیٹھا دکھا عیشاء بن کچھ سوچے اور سمجھے ہھاگتی ہوئی عیشان کے گلے آگئی۔ عیشان بھی ایک سیکنڈ کے لیے گٹبرٹا اگیا۔ پھر عیشاء کے سر پر ہاتھ رکھ کے پیار کیا اور ماتھے پر پیار کرتے حال چال پوچھا۔

عیشاء نے خود پر نظریں محسوس کر کے ادھر ادھر دیکھا تو اسے ایک طرف اپنے والدین اور ایک حضر اور حراب بیٹھے ہوئے نظر آئے۔ عیشاء وہاں سے اٹھ کھڑی ہوئی اور باہر کی طرف جانے لگی تو فاروق صاحب نے عیشاء کو مخاطب کیا اور کہا جن زادہ آج ہی آپ کو لے جانا چاہتا ہے۔ اور وہ آپ کی ہر شرط ماننے کو تیار ہے۔ عیشاء نے سر ہلاکے سب کو دیکھا اور پھر کہا۔

"میں بس جب چاہوں مجھے اپنے والدین اور بھائی سے ملنے کی اجازت دے دی جائے۔ اسکے علاوہ ہم کچھ نہیں چاہتے۔" عیشاء نے بات مکمل کی اور کمرے کی جانب چل دی جب اسے خضر کی آواز سنائی دی آپ کی ہر خواہش سر آنکھوں پر۔ وہ یہ سن کمرے سے نکلتی چلی گئی۔ اور اپنے کمرے میں آکے کچھ میموریز اکھٹی کرنے لگی۔ اور تھوڑی دیر میں وہ یونچ سب سے مل کر انکے ساتھ چل دی۔



جن لوک قصے کہانیوں سے زیادہ خوبصورت تھا یا شاید خوبصورت لفظ بہت چھوٹا ہواں منظر کے آگے۔ وہ ادھر کی خوبصورتی میں کھو گئی تھی اتنے خوبصورت لوگ، شیشے کے محل جن کے نیچے آبشار بہرہ رہی تھی۔ رنگ برلنگے پھول، ہرے ہرے باغ مبادا کے قدرت کا ہر حسین شہکار موجود تھا۔ خضر نے محل کے سامنے اسے زمین پر کھڑا کیا اور اپنے پنکھے بند کر کے آس پاس کھڑی کنیزوں کو اشارے سے بلایا۔

آپ دونوں ملکہ کو ہمارے کمرے میں با حفاظت پہنچائیں اور ان کی ہر چیز کا خاص خیال رکھیے گا ہم ایک کام ختم کر کے جلد واپس آئیں گے۔

ان کو حکم صادر کر کے خضر نے اپنارخ عیشاء کی طرف کیا۔ جو پریشان تھی اتنے سارے جن زادوں اور جن زادیوں کے بیچ میں خود کو پا کے۔

"عیشاء آپ انکے ساتھ جائیں کسی بھی چیز کی ٹینشن کی ضرورت نہیں آپ محفوظ ہیں یہاں اور ہم بس ایک گھنے کے بعد آپ کے پاس ہونگے۔" اس نے عیشاء کا ہاتھ سہلاتے ہوئے کہا۔
عیشاء سر ہلا کر آگے بڑھ گئی۔

جب تک عیشاء نظر وں سے او جھل نہیں ہو گئی خضرو ہیں کھڑا رہا۔
عیشاء جب کمرے میں داخل ہوئی تو وہ بلکل انکی دنیا کی طرح کا پیش بھا قتی چیزوں سے مزین اپنی مثال آپ ایک حسین کمر اتھا۔

"ملکہ آپکی پوشش کو نہیں نکالوں؟" ایک کنیز نے پوچھا۔
"میں اسی میں ٹھیک ہوں شکریہ!" اس نے نرم آواز میں جواب دیا۔
"ٹھیک ہے ملکہ جیسے آپکی مرضی! ہمارے لاائق کوئی خدمت ہو تو بتانے ہم سرانجام دے سکیں؟" دوسرا کنیز نے کہا۔

"نہیں نہیں شکریہ ہم اپنے کام خود کرنے کے عادی ہیں۔" عیشاء نے مسکراتے ہوئے کہا۔
دونوں کنیزوں نے حیرانی سے ایک دوسرے کو دیکھا۔
عیشاء نے انکو جانے کا کہا۔

"ٹھیک ہے ملکہ آپ کچھ دیر آرام کر لیں پھر کچھ دیر بعد آپ کو رعایا سے ملوایا جائے گا اور آپ کا نکاح تمام رعایا کے سامنے پڑھوایا جائے گا۔ اگر کوئی کام ہو تو ہم کمرے سے باہر ہی موجود ہیں آپ صرف دوبار تالی ماریے گا ہم حاضر ہو جائیں گے۔" ان میں سے ایک کنیز بولی۔

"ٹھیک ہے" عیشاء نے سمجھتے ہوئے سر ہلا کیا۔ اور بیٹھ کی طرف چل دی۔

☆☆☆☆☆

عیشاء کی آنکھ شام میں کھلی تو دیکھا خضر کمرے میں موجود تھا۔ اسکو اٹھتے دیکھ کے بید کے سائیڈ پر آکے بیٹھا۔ اور کہا۔

"اٹھ گئی آپ۔ نیند کیسے آئی؟" خضر نے عیشاء کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔
"اچھی آئی تھی۔" اس نے بید کے ساتھ نیک لگاتے ہوئے کہا۔

"چلیں اچھی بات ہے۔ عیشاء مجھے کچھ باتیں بیس آپ کو۔ پر پہلے آپ فریش ہو جائیں۔" اس نے اسکے اوپر سے بلینکنیٹ ہٹا کے اسکے سلپر لایا اور رکھ کر آگے بڑھایا اور اسکو ہاتھ سے پکڑ کے اٹھا کر واشر و مٹک چھوڑا۔

اور خود آکے صوفے پر بیٹھ گیا۔

عیشاء پانچ منٹ میں واپس آئی اور آکے بالوں میں لگنگھی کر کے کھلے چھوڑ کر سنگل صوفے پر بیٹھ گئی اور خضر کی طرف دیکھ جو اسکی طرف ہی متوج تھا۔

"عیشاء آپ اب اپنی کے بارے میں سب جانتی ہیں میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں آپکی فیملی سے کسی قسم کا بدله نہیں چاہتا ہوں یہ شادی میرے ہم زادوں اور رعایا کا فیصلہ تھا اور میں تب بادشاہ نہیں تھا کیونکہ ہماری فیملی مسلمان جن ہیں تو ہم موت اور موت کے بعد زندگی پر یقین رکھتے ہیں۔ اس لیے میرے خاندان کی موت یوں نہیں لکھی تھی۔ اور رہی بات آپ کو ڈھونڈنے کی تو میں آپ کو بہت پہلے تلاش کر چکا تھا پھر آپ کے کالج کے بعد یونیورسٹی کے وقت میں نے آپکی حفاظت کے لیے حراؤ کو آپکے پاس بھیجا تھا اور روزرات کو آپ کے پاس بھی آتا تھا پھر یونیورسٹی کے پہلے دن آپ پر جانی حملہ اور پھر شوپنگ مال میں بھی وہ لوگ آپ کے لیے ہی آئے تھے۔

اس لیے ضروری تھا کوئی آپ کے ساتھ رہے۔ "حضر بات پوری کر کے خاموش ہوا پھر عیشاء کو دیکھا۔

"مجھے لگا ہی تھا کے آپ لوگ بدله نہیں چاہتے۔۔۔ خیر یہ نکاح دوبارہ کیوں؟" اس نے آئی برداچکا کر پوچھا۔
"رعایا سے مترف کروانے کیلئے ملکہ خضر" خضر نے پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے کہا۔

"آپ کو پتا ہے عیشاء میں نے آپ کو گھنٹوں تکتے گزاری ہے جب آپ نہیں ہوتی تھی تب بھی میرے پاس ہوتی ہیں۔ میں نہیں جانتا کب کیسے میں آپ کا دیوانہ ہوا پر اب میں کسی اور کے قابل نہیں رہا۔" اس نے عیشاء کو ساتھ لگاتے کہا۔

" Sensiz yaŞayamam "

(I can't live without you)

" Sana aŞlk oldum "

(I fell in love with you...)

"HerŞeyim"

(My everything..)

"Birtanem Isha"

(my & only mine Isha).

عیشاء جو کب سے خاموش تھی اور اسے سن رہی تھی اسکے خاموش ہوتے ہی بولی۔
"خزر آپ مجھے مطلب بھی تو بتائے یا آہستہ آہستہ بولیں تاکہ میں گوگل کرلوں! پتا نہیں کیا پشتو ماری جا رہے ہیں۔" عیشاء نے منہ بناتے ہوئے کہا۔
خزر جو غور سے اس کی بات سن رہا تھا تھے لگا کر ہنس پڑا۔

"عیشاء آپ کے سنگ زندگی حسین ہونے والی ہے "حضرت نے کہا۔
انشاء اللہ کہتے عیشاء نے آنکھیں بند کر کے خضر کے کندھے پر سر رکھ دیا۔

از قلم حورا لعین



تعبر حلم

رات کے پھیلتے اندر ہیرے کی طرح اس کی زندگی بھی اندر ہیرہ ہو جکی تھی۔ اسے اپنا آپ کسی گیند کی مانند لگ رہا تھا جسے آتے جاتے لوگ اپنی مرضی سے ٹھوکر مار کر اپنی راہ لے لیتے۔ یہ دنیا عورت ذات کو اپنے پیروں پر کھڑا ہوتے نہیں دیکھ سکتی۔ وہ بے بس سی بیٹھی اپنی ماں کی گود میں سر رکھے روئی جا رہی تھی۔ "ماں میں تو بس اپنے خوابوں کو حقیقت بنانے گئی تھی یہ معاشرہ ہم عورتوں کے کردار پر انگلی اٹھاتے وقت ذرا بھی نہیں سوچتا ماں---"

کام کے سلسلے میں وہ اکثر رات کو دیر سے گھر آتی تھی جس کے باعث محلے والوں کے جتنے منہ اتنی بالوں والا حساب تھا۔

"اشناچے!! خوابوں کو حقیقت بنانا آسان تھوڑی ہے-- جو مشکلیں نہیں دیکھتا وہ آسانش سے بھی محروم رہتا ہے۔ جو تھکتا نہیں ہے وہ آرام بھی نہیں پاتا۔ طویل تر سکون کے لیے کچھ گھری کی تھکاوٹ ضروری ہوتی ہے۔ تم محلے والوں کی بات پر کان نادھڑو--"

سامجھہ بیگم اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے بولیں۔

"اماں!! ہر بار برداشت کرنا اور آگے بڑھ جانا ممکن نہیں ہوتا۔ برداشت کرتے کرتے زندگی میں ایسا موڑ بھی آتا ہے جب ہم بکھر جاتے ہیں۔ آپ نہیں جانتے آپ کے الفاظ کسی کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔ آپ چلے جاتے ہیں لیکن آپ کے الفاظ باقی رہ کر روشنی دیتے رہتے ہیں۔ نور بن کر یازار بن کر۔۔۔ وہ سنجیدگی سے بولی۔

"اتنی سنجیدہ باتیں مت کرو اتنا۔"

"زندگی کی تلخیاں انسان کو وقت سے پہلے سنجیدہ بنادیتی ہیں اماں۔۔۔ یہ دنیاویسی نہیں ہے جیسی بابا کے کندھوں پر چڑھ کر دھائی دیتی تھی۔ عورت کی زندگی اتنی مشکل کیوں ہوتی ہے اماں؟؟" اس کی آنکھیں پھر سے نم ہوئیں۔

"زندگی ہر ایک کے لیے مشکل ہوتی ہے اتنا! اس زندگی میں کسی نے زندہ نہیں رہنا۔۔۔ اس لیے اس زندگی کو اتنا سیر لیں نالو۔۔۔ آخرت پر دھیان دو۔۔۔ وہ آسان ہونی چاہیے۔"

ساجدہ بیگم نے بیمار سے سمجھایا۔

"مجھے تم پر اپنی تربیت پر پورا بھروسہ ہے۔۔۔ تم خوب دل لگا کر محنت کرو میں تمہارے ساتھ ہوں۔۔۔" ان کی بات پر اشنا خاموش رہی تھی۔

"اشنا!! زاروں کے لیے ہاں کر دو بچے!! مرد ہی عورت کی ڈھال ہوتا ہے۔۔۔ جس عورت کے ساتھ مردنا ہوا سے معاشرے میں رہنے والے نیوالے اسی طرح نوچنے کو تیار رہتے ہیں۔۔۔ اپنے خوابوں کو پورا کرنے کے لیے تمہیں ایک مرد کے سہارے کی ضرورت ہے۔"

انہوں نے اپنے بھتیجے کا نام اس کے سامنے رکھا۔

"اماں!! تلخ تجربات سے گزر کر اور کئی اپنوں کے مان ٹوٹنے کے بعد ہمارے اندر پیدا ہونے والی خود اعتمادی ایک مشتعل راہ کی صورت میں ہمیں اس مقام تک لے جاتی ہے جہاں ہمیں پھر کسی انسانی آسرے کی ضرورت نہیں رہتی۔ مجھے کسی مرد کے سہارے کی ضرورت نہیں ہے۔"

وہ سپاٹ لجھے میں بولی۔

زارون اچھا لڑکا ہے اشا۔۔۔ میری زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں.. میں اپنی زندگی میں تمہیں اس کے حوالے کر دینا چاہتی ہوں۔۔۔"

"اماں کسی کی زندگی کا بھروسہ نہیں ہوتا۔ کیا معلوم میری موت آپ سے پہلے لکھی ہو۔ میں بھی اپنی زندگی میں آپ کے لیے کچھ کر کے جانا چاہتی ہوں تاکہ میرے بعد آپ کو کھانے پینے کے لیے کسی کا محتاج ناہو ناپڑے۔۔۔ وہ اب ان کے سامنے اٹھ بیٹھی تھی۔ ساجدہ بیگم نے ایک لمبی سانس خارج کی۔ وہ اشا کی شادی ناکرنے والی خدا کے سامنے بے بس تھیں۔



وہ آج آفس سے گھر آئی تو سیدھا کمرے میں چلی گئی۔ ساجدہ بیگم کے بلاں پر بھی وہ کھانے کے لیے نہیں آئی تھی اس لیے اب وہ کھانے کی ٹرے لے کر اس کے کمرے میں موجود تھیں جو گھٹنوں میں سرد یہ بیٹھی تھی۔

"کیا ہوا ہے اشا؟؟؟"

انہوں نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"آپ ماہوں جان کوہاں کر دیں اماں۔۔۔ زارون سے شادی کرنے کے لیے تیار ہوں میں۔۔۔"

اس نے سراٹھا کر سپاٹ لجھے میں کہا۔

"کیا کہہ رہی ہواشنا؟؟؟ کل تک تو تم انکار کر رہی تھی؟ اب ایسا کیا ہوا؟؟؟"

ساجدہ بیگم کی آنکھیں جیرت سے کھلی تھیں۔

"خاموشی بہت سے بھرم رکھ لیتی ہے اماں-- مجھے خاموش رہنے دیں۔"

وہ انہیں یہ نہیں بتا پائی کہ ان کی بہن جیسی دوست عالیہ نے آج واپسی پر اس کے کردار پر سوال اٹھایا تھا۔ اسی وقت اس نے زارون کے رشتہ کو قبول کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا تاکہ محل والوں کا منہ بند کر سکے۔ اس کا دل زارون سے رشتہ جوڑنے پر مان نہیں رہا تھا مگر اس نے اب سب کچھ اللہ کے سپرد کر دیا تھا۔
"بیٹا مجھے بتاؤ تو۔۔۔"

"اماں پلیز۔۔۔ آپ ماموں سے بات کریں۔۔۔"

وہ بیزاری سے بولی تو ساجدہ بیگم سوچ میں پڑ گئیں۔ وہ ٹھیک سے خوش بھی نہیں ہو پائیں تھیں۔

☆☆☆☆☆

وقت کا کام ہے گزرننا اور وہ کسی کے لیے رکنا نہیں ہے۔ دو ماہ بھی پر لگا کر گزر گئے۔ آج کے دن اس نے اشان سلیم سے اشناز اروں ہو جانا تھا۔ وہ نیوی بیورنگ میں ملبوس آئینے کے سامنے کھڑی اپنا عکس دیکھ رہی تھی۔ بلاشبہ وہ ایک خوبصورت لڑکی تھی مگر آج اس پر الگ ہی روپ آیا تھا۔ ساجدہ بیگم نے کئی بار اس پر معوذ تین پڑھ کر پھونکا تھا مگر نجانے کیوں وہ خوش نہیں تھی۔ اسے اپنا آپ بہت خود غرض لگ رہا تھا جو محض اپنے مقصد کے لیے زارون سے شادی کرنے پر راضی ہوئی تھی۔ اسے لگ رہا تھا کہ وہ اس پاک رشتے کو دھوکے کی بنا پر شروع کر رہی ہے۔ وہ انہی سوچوں میں گم تھی جب ساجدہ بیگم نے آکر اسے قاضی صاحب کے آنے کی اطلاع دی۔ وہ بھاری بھاری قدم اٹھاتے ہوئے ان کے ساتھ چلتی ہوئی زارون کے پہلو میں بیٹھ گئی۔ قاضی صاحب نے نکاح پڑھانا شروع کیا۔ زارون کے چہرے پر خوشی کے تاثرات دیکھ کر اسے اپنا آپ اور مجرم لگنے لگا تھا۔ وہاں موجود کئی نقوس نے اس جوڑی کو حسد کی نگاہ سے دیکھا تھا تو کئیوں نے ان پر شک کرتے ہوئے سدا خوش رہنے کی دعا ایں دی۔ نکاح کے بعد مبارکبادوں کا سلسلہ چل لکا۔ بلا خر تقریب اپنے اختتام کو پہنچی اور وہ زارون کا ہاتھ تھامے مان کی دعائوں کے سامنے میں ایک نئے سفر کی جانب گامزن ہو گئی۔



اگلی صحیح اس کی آنکھ کھلی تزارون کمرے میں موجود نہیں تھا۔ تمہی سائیڈ ٹیبل پر رکھے کارڈ پر اس کی نظر پڑی تو وہ حیران رہ گئی۔

"شادی کی پہلی صحیح مبارک ہوا شنا!!"

اس پر لکھی تحریر پڑھ کر اس کے لب مسکرائے مگر اگلے ہی لمحے اس کا ضمیر اسے ملامت کرنے لگا۔ وہ بیڈ سے اتر کر الماری کی جانب بڑھی۔ اسی لمحے زارون نہا کرو اشروم سے نکلا۔ اس کے بال گیلے ہونے کی وجہ سے پانی کے قطرے اس کے چہرے پر ٹپک رہے تھے۔ اشنا کو دیکھ کر ایک گہری مسکراہٹ نے اس کے لبوں کو چھوا۔

"آپ کو کچھ بتانا ہے زارون!!"

اشنا کو اپنی آواز دور سے آتی معلوم ہوئی تھی۔ زارون پوری طرح اس کی جانب متوجہ ہوا۔

"ہر انسان اپنے ساتھ ایک بے باک رہبر رکھتا ہے اور وہ اس کا ضمیر ہے۔ اور میرا ضمیر مجھے یہ اجازت نہیں دے رہا کہ میں ہمارا رشتہ دھوکے سے شروع کروں--"

اشنا کی بات پر زارون کے ماتھے پر ٹکنیں ابھریں۔

"میں نے محض اپنے فائدے کے لیے آپ سے شادی کی ہے۔" اس نے بولنا شروع کیا اور پھر بولتی ہی گئی۔
اس نے زارون کو سب بتایا کہ کس طرح محلہ والوں کی باتوں سے ننگ آکر محض ان کا منہ بند کرنے کے لیے وہ اس

اگلے

سے شادی پر راضی ہوئی۔ مگر اسے حیرت کا جھٹکا اس وقت لگا جب زارون اس کی باتوں کے جواب میں مسکرانے

لگا۔

"آپ مسکرا رہے ہیں؟؟؟"

اس نے حیراگی سے پوچھا۔

"ہاں!! کیونکہ مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ آپ نے اپنی حفاظت کے لیے میرا انتخاب کیا۔ آپ جس بھی وجہ سے مجھ سے رشتہ جوڑ نے پر راضی ہوئیں مجھے اس بات سے فرق نہیں پڑتا۔ میرے لیے یہ بات اہم ہے کہ آپ نے زارون حمید کو اپنا ہمسفر چنا۔۔۔ اشا!! آپ ہو موڑ پر مجھے اپنے ساتھ کھڑا پائیں گیں۔۔۔"

وہ جس محبت اور عقیدت سے بولا تھا اشنا کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

"شکر یہ زارون۔۔۔"

وہ نم آنکھوں سے بولی تو زارون نے اسے گلے لگالیا۔



ان کی شادی کو چار سال گزر چکے تھے۔ اس کی شادی کے بعد بھی کئی لوگوں نے اس پر الزام لگایا کہ اس کا زارون کے ساتھ پہلے سے چکر تھا۔ مگر اس سارے کٹھن وقت میں اس کا شوہر اس کے ساتھ کھڑا رہا۔ اس پر اٹھنے والی ہر انگلی کو وہ توڑ دیتا تھا۔ اسی عرصے میں ساجدہ بیگم بھی خالق حقیق سے جامی تھیں۔ اب زارون ہی اس کا واحد شہرار تھا۔ ان چار سالوں میں اشنا کی زندگی میں سے اندھیرا ختم ہو کر اجلا آنا شروع ہو چکا تھا۔ زارون اس کا ہر لحاظ سے خیال رکھتا تھا۔ وہ اس کی جا ب کے حوالے سے بھی اسے ہر طرح سے سپورٹ کرتا تھا۔ کئی بار وہ ہمت ہار جاتی مگر زارون اس میں نئے سرے سے موٹیویشن پیدا کرتا۔ آج اس کے لیے بہت بڑا دن تھا کیونکہ آج اس کی چار سالہ محنت کا نتیجہ آتا تھا۔

وہ اپنے کینیں میں بیٹھی تھی جب ایک لڑکی اس کے پاس آئی۔

"میم!! آپ کو عریشہ میم بلا رہی ہیں۔"

وہ جس طرح آئی تھی اسی طرح پیغام دے کر واپس چلی گئی۔

اشناز وس سی عریشہ کے آفس کی جانب بڑھ گئی۔ باہر کھڑے ہو کر اپنے آپ کو کمپوز کیا اور دستک دے کر اندر داخل ہوئی۔

"السلام عليکم میم!"

"و علیکم السلام--بہت بہت مبارک ہوا شنا!!! یہ لو تمہارا پروموشن لیٹر---"

انہوں نے ایک لفافہ اس کی جانب بڑھایا۔ اشنا کو لوگا وہ خواب دیکھ رہی ہے۔ اس نے بے یقینی سے وہ لفافہ تھام۔

"بہت شکریہ میم!"

پھر اسی طرح مزید کچھ گفتگو کے بعد وہ باہر آگئی۔ اپنے کمین تک جاتے ہوئے اس نے کئی لوگوں کی مبارکبادیں وصول کی۔

وہ آج بہت خوش تھی۔ جلد سے جلد گھر پہنچ کر وہ زارون کو یہ خبر سنانا چاہتی تھی۔

☆☆☆☆☆

وہ گھر پہنچی تو زارون ابھی تک گھر نہیں آیا تھا۔ عموماً تو وہ اس سے پہلے گھر آ جاتا تھا۔ وہ بے چینی سے اس کا انتظار کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد زارون کو گھر میں داخل ہوتا دیکھ کر وہ فوراً جا کر اس کے گلے لگ گئی۔ زارون اس کی حرکت پر حیران رہ گیا۔

"خیریت ہے اشنا؟ آج اس طرح سے ویکم کر رہی ہیں؟؟؟"

اس کا اشارہ سمجھ کر اشنا کو اپنی حرکت پر ڈھیروں شرم آئی۔ اس کے چہرے کو لال ہوتا دیکھا زارون مسکرا یا۔

"اڑے مجھے بہت اچھا لگا۔ میرا کہنے کا مطلب تھا ہمیشہ یو نہیں ویکم کیا کریں۔"

زارون کے آنکھ مار کر کہنے پر اشنا نے اس کے سینے پر ایک مکہ رسید کیا۔

"آہ ظالم---"

وہ مصنوعی کراہ تو اشنا زور سے ہنسی اور اس وقت زارون حمید کی دنیا وہیں ٹھہر گئی۔ وہ ٹکٹکی باندھے اسے دیکھنے لگا۔

"یہ دیکھیں--"

اشنا نے اس کے سامنے وہ لفافہ کیا جسے اس نے کھوجتی نگاہوں کے ساتھ تھام لیا تھا۔

"اڑے ماشاء اللہ!!!! ہماری بیگم نے کرہی دکھایا آخر-- بہت مبارک ہوا شنا-- مجھے خیر ہے آپ پر--"

زارون نے جوش سے کہا۔ وہ اس کا ہاتھ تھام کر اندر لے آیا۔

"اب بتائیے-- کیا تخفہ چاہیے؟؟؟"

زارون نے اس کو صوفی پر بٹھاتے ہوئے کہا۔

"زارون حمید چاہیے--"

وہ جس ادا سے بولی تھی زارون نے بے ساختہ اپنے دل پر باتھر کھا۔

"وہ تو پہلے ہی آپ کا ہے بیگم!! اور بتائیں کیا چاہیے؟؟؟"

"آپ کا ساتھ چاہیے--"

وہ بناپلک جھپکے بولی۔

"ماشاء اللہ تا عمر آپ کا ساتھ نبھاؤں گا یہ زارون حمید کا وعدہ ہے آپ سے-- کیونکہ مجھے اپنی زندگی میں خوشیاں

چاہیے اور خوشی کی سب سے اعلیٰ قسم سکون ہے اور میر اسکون اشا زارون ہے--"

اس نے اشنا کے ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔ وہ جھینپ گئی۔

اشنا کا خود سے کیا وعدہ آج پورا ہو گیا تھا۔ زندگی کو بدلنے میں وقت نہیں لگتا مگر وقت کو بدلنے میں زندگی لگ جاتی

ہے۔ خدا پر بھروسہ رکھنا اولین فرائض میں سے ہے۔ کئی بار ہم زندگی میں لوگوں کو خوش کرنے کے لیے اپنے

خواب توڑ دیتے ہیں کہ کسی طرح یہ لوگ خوش ہو جائیں مگر لوگوں کے منہ بند نہیں ہوتے۔ اس لیے لوگوں کو

نہیں خدا کو خوش کریں۔ اپنا ہر معاملہ خدا کے سپرد کرنا سیکھیں اور پھر خدا کے ہر فیصلے پر اطمینان رکھیں۔ کیونکہ

اللہ وہ نہیں دیتا جو ہمیں اچھا لگتا ہے۔ بلکہ اللہ وہ دیتا ہے جو ہمارے لیے اچھا ہوتا ہے۔ ایک عورت کچھ بھی نہیں

چاہتی سوائے ایک ایسے ہمسفر کے جو اس کا خیال رکھے اور دل سے اس کی عزت کرے۔ اور جب اسے ایسا ہمسفر

مل جاتا ہے تو وہ اپنی تمام تر وفاکیں اسی کے نام کر دیتی ہے۔ زارون حمید نے بھی بہت کم وقت میں اپنے رویے سے اشنا کے دل میں جگہ بنالی تھی۔

از قلم آمنہ و سم



ہمدرد

ارد گرد مبارک بادوں کی آوازیں سماں توں کا باعث بنی ہوئی تھیں۔ ہال میں جگہ جگہ کھڑے لوگ خوشیوں سے ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے میٹھا کھلانے میں مصروف نظر آ رہے تھے۔ سُلْطَنِ بیٹھے دونوں ایک دوسرے کو مسکراتے ہوئے اپنی اپنی زندگیوں کو ایک دوسرے کے نام کرتے ہوئے غمی اور خوشی میں ایک دوسرے کو اپنا حصہ بناتے ہوئے تقدیر کو ایک کرتے ہوئے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ ہر کہانی کا اختتام ہوتا ہے مگر اس کہانی کا اختتام پہلے اور گزری ہوئی تقدیر بعد میں ہے۔

ایک مہینہ پہلے:

آج اس کے لیے بہت خاص دن تھا۔ وہ مسکراتے ہوئے شیشہ کے سامنے کھڑا ہنے بالوں کو شکل دے رہا تھا۔ چہرہ پر مسکراہٹ بھکری ہوئی تھی۔ گرے آنکھیں مسلسل مسکرا رہی تھیں۔ اس نے ٹیکل پر پڑا پر فیوم اٹھایا اور تین سے چار مرتبہ خود پر چھڑ کا۔ جسم کے ساتھ ساتھ پورا کمرہ بھی معطر ہوا تھا۔ گرے آنکھوں نے زاویہ بدلتے ہوئے گھٹری پر وقت دیکھا اور کمرہ سے سیٹی بجا تاہو اب اہر نکل گیا۔ وہ گاڑی میں بیٹھا اور زن سے اڑاتا پھولوں کی دکان پر جا کر رکا۔ پھولوں کی دکان میں ہر جگہ پھولوں کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی جو کہ سب کے لیے مسرت کا باعث تھی۔ وہ دروازہ دھکیلتا ہوا اندر داخل ہوا اور ارد گرد پھول دیکھنے لگا۔

"السلام علیکم سر! میں آپ کی کیا مدد کر سکتی ہوں؟"

لڑکی نے مسکراتے ہوئے ڈپل والے چہرہ کے ساتھ پوچھا تھا جس پر گرے آنھوں والا اس کی جانب متوجہ ہوا تھا۔

چاہیے" (Tulip) مجھے ٹیولپ)

اس نے ہاتھ میں چابی گھماتے ہوئے کہا تھا۔

"میں لادیتی ہوں"

وہ یہ کہہ کر کاؤنٹر کے پیچے چلی گئی تھی جہاں پہلے سے ہی ایک لڑکی موجود تھی۔

"تم ان کو ٹیولپ دے دو۔ مجھے دیر ہو رہی ہے۔ میں چلتی ہوں۔ بائے"

وہ اس لڑکی کو آرڈر بتا کر واپس اس کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی تھی۔

"وہ لڑکی آپ کو آپ کی مطلوبہ چیز دے دی گی"

کشمیر کا ناراض کرنا ویسے بھی اس کی عادات میں سے نہیں تھا۔ وہ مسکرا کر اسے دوسرا لڑکی کا بتا کر وہاں سے چلی

گئی تھی۔ لڑکے نے اپنے مطلوبہ پھول لیے اور ریسٹورانٹ کی جانب روانہ ہو گیا۔ اس نے جب اندر قدم رکھے تو

وہ تھوڑی ہی دور کھڑی اسے نظر آگئی تھی۔

"بائے کیسی ہو؟"

اس نے مسکرا کر پوچھتے ہوئے پھول اسے تمہائے تھے۔

"ٹھیک ہوں"

اس نے پھول پکڑ کر ٹیبل پر رکھ دیے تھے۔

"تم کچھ لوگی"

وہ دونوں کرسی پر بیٹھ گئے تھے جب اس نے پوچھتے ہوئے ساتھ ہی اشارہ کر کے ویٹر کو بھی بلا یا تھا۔

"نہیں۔۔۔ میں نے تھیس جس وجہ سے بلا یا ہے کیا میں اس مدھ پر آ جاوں سعد؟"
اس نے سنجیدگی سے کہا تھا۔ سعد کے چہرہ پر مسکراہٹ سمٹی تھی۔
"کہو"

وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا تھا۔
"میں یہ سب ختم کرنا چاہتی ہوں"
سادگے سے کہے ہوئے الفاظ کتنے تکلیف وہ تھے نا؟
"ک۔۔۔ کیا ختم کرنا چاہتی ہو؟"
وہ خود کو ثابت سوچنے کا کہہ رہا تھا مگر کبھی کبھی ثابت پر منفی سوچ غالب آ جاتی ہے۔
"ہمارا رشتہ"

سعد کو اپنا سانس اکھڑتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ یہ دو الفاظ تیر کی طرح اس کے دل اور تیزاب کی طرح اس کے کان میں گھسے تھے۔

"وجہ جان سکتی ہوں"

اور کچھ تھاہی نہیں کہنے کو سوائے وجہ کے۔

"تم ہو وجہ۔۔۔"

سعد نے حیرانی سے اسے دیکھا تھا۔

"میں؟"

اسے ابھی بھی کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ لڑکی نے موبائل ٹکالا اور ایک اکاؤنٹ کھول کر سعد کے سامنے رکھا۔ سعد ہمکہ بکھر سا اس اکاؤنٹ کو دیکھ رہا تھا۔

"یہ۔۔۔"

اسے سمجھ نہیں آرہا تھا وہ کیا کہے۔ ایک وقت انسان پر ایسا آتا ہے جب وضا حتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ الفاظ کا نئے بن کر چینا شروع ہو جاتے ہیں اور زندگی آگ بن کر جسم کو جلا نا شروع کر دیتی ہے۔ سعد کا حال اس سے کم نہیں تھا۔

"میری بات سنو"

وہ اٹھ کر وہاں سے جانے لگی تھی جب سعد نے اس کا بازو اپڑ کر اسے روکا مگر فوراً ہی اس کا بازو چھوڑ دیا تھا۔ اس نے غصہ سے سعد کو دیکھا اور ٹیبل پر پڑاپنی کا گلاس اس کے اوپر چھینک دیا۔

"مجھے چھونے کی سزا"

سعد نے کوئی تاثر نہیں دیا تھا مگر سب کی نگاہیں ان کی جانب ہو گئی تھیں۔ بہت سوں کے ہاتھوں میں موبائل بھی لہرانے لگے تھے۔ اسی وقت ایک اور لڑکی وہاں آئی اور سعد کے آگے اور لڑکی کے عین سامنے آ کر کھڑی ہو گئی۔

"یہ آپ کا گھر نہیں ہے جہاں آپ تماشہ بنائی ہیں"

سعد بس اس لڑکی کو دیکھ رہا تھا جو پتہ نہیں کون تھی مگر فتحاں اس کی ہمدردی بھی ہوئی تھی۔ اچھائیاں ابھی بھی لوگوں میں موجود تھیں۔ جہاں بہت سوں نے موبائل نکالے تھے وہاں ایک اس کی ہمدردیں کر کھڑی ہو گئی تھیں۔

"اور آپ سب موبائل اندر ڈالیں۔ کامیڈی شو نہیں چل رہا"

الفاظوں میں چھینن تھی۔ کچھ لوگوں نے موبائل نیچے کر لیا تھا۔

"تم ہوتی کون ہو مجھے بتانے والی؟"

اس نے دانت پیتے ہوئے کہا تھا۔

"میں حیا شہزاد ہوں اور حیا شہزاد اپنے عمل کی کسی کو جواب دہ نہیں ہے"

حیانے اوپنی آواز میں بولا تھا۔ سعد اپنی کرسی سے کھڑا ہو گیا تھا۔ اس نے حیا کے بازو کا اپڑا جس پر حیانے اسے دیکھا۔

"چلو یہاں سے"

وہ تماشہ کھڑا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اپنی وجہ سے بالکل بھی نہیں اس وجہ سے حیا کو ساتھ جانے کا کہا مگر معاشرہ ہمدردی کو دوسرا رخ دینے پر وقت ہی کب لگاتا ہے؟

"اوہ تو تم اس کی گرل فرینڈ ہو"

اڑکی کی بات پر حیا کا خون البا نا شروع ہو گیا تھا۔ وہ جو سعد کی بات پر وہاں سے جانے لگی تھی مژ کر ایک زنائے دار تھپر اس کو مارا جس پر اس کے گال سرخ ہو گئے۔ اس نے اپنے گال پر ہاتھ رکھا تھا۔ بہت سے لوگوں نے اسے موبائل پر کیمپینج بھی کر لیا تھا۔

"زبان سن جاں کر! اگر تم کسی کو بد نام کرنے کے بجائے اپنی سوچ صحیح کر لونا تو بہتر ہو گا۔ آپ سب بھی سن لیں۔ اگر آپ لوگ صرف ثبت پہلو کو اپنے اندر لا سکیں تو آدھا معاشرہ ویسے ہی مٹھیک ہو جائے۔ اور پورا معاشرہ تب جب آپ لوگ تین سے چار سال شادی کا کہہ کر کسی کے ساتھ نہ گزرائیں"

وہ یہ کہہ کر باہر چلی گئی تھی۔ سعد بھی اس کے پیچھے چلا گیا تھا۔ اس نے باہر جا کر لمبی لمبی سانس خارج کی۔ سعد نے اس کے سامنے پانی کی بوتل کی جسے اس نے تھام لیا تھا۔

"شکر یہ"

پانی حلق سے اتار کر اس نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"آپ!"

اڑائی کے باعث سعد نے اتنا غور نہیں کیا تھا مگر اس نے اب غور کیا تھا۔ وہ وہی پھول والی تھی۔

"جی؟"

حیا نے شاید اسے پہچانا نہیں تھا۔

"میں ابھی آیا تھا میلوب پ لینے آپ کی شاپ پر"

سعد نے اسے یاد کروایا تھا۔ حیا کو وہ عجیب لگا تھا۔ اس کا ابھی بریک اپ ہوا تھا اور وہ مسکرا رہا تھا۔ شاید کچھ لوگ ہوتے ہی ایسے ہیں۔

"آپ مجھ سے شادی کریں گی"

حیانے جھٹکے سے اسے دیکھا تھا۔

"میں نے اس وجہ سے اندر اپنے الفاظ ضائع نہیں کیے تھے کہ آپ کو مجھ سے دو سینڈ میں محبت ہو جائے" حیا کی بات پر وہ کھلا کھلا کر ہنسا تھا۔

"کچھ لوگوں سے آپ کو محبت نہیں ہوتی۔ وہ بس آپ کے ہمدرد ہوتے ہیں اور ہمدرد سے ہمسفر بھی بن جاتے ہیں۔ بس میں وہی کر رہا۔ آپ مجھے نہیں جانتی تھیں پھر بھی میری ہمدرد بنیں" حیا کو صحیح معنوں میں وہ پاگل لگا تھا مگر اسے ہنسی آئی تھی۔ ناجانے کیوں۔

"ڈی ایچ اے فیس 4 بلاک ڈی 223"

"جی؟"

سعد اس کا جواب سمجھا نہیں تھا۔

"گھر کا ایڈرس۔ پیر نٹس سے پوچھ لی جیے گا"

وہ یہ کہہ کر وہاں سے چلی گئی تھی۔ سعد کی آنکھوں نے دور تک اس کا تعاقب کیا تھا اور یہی وہ دن تھا جب دو لوگوں کی تقدیر ایک ہو گئی تھی مگر حلال رشتہ ایک مہینے بعد وجود میں آیا تھا۔

از قلم عفیٰرہ محمد



ختم شد